**TO WHOM SO EVER IT MAY CONCERN**

**I have purchased this book by giving money. This book is my personnel copy. I have made a backup for my personnel purpose in electronic format. When I can give this book for reading to anybody without any copyright violation I also can allow anybody to read its backup in electronic version without getting any financial benefit from it. I consider spreading of knowledge should be free.**

PATHTHAR KI CHEEQ BY IBNE SAFI

آپ کے محبوب اور ہردلعزیز مصنف

ابنِ صفی کی مقبولِ عام تحریر

وہ تحریریں جو کبھی مر نہیں سکتیں

— ابنِ — صفی — کی — جاسوسی — دُنیا — کا — ایک — مکمل — ناول —

# پتھر کی چیخ

"لو سنو میرے بھائیو!" سارجنٹ حمید نے ہانک لگائی! "یہ وہ سانپ ہے کہ پتھر پر پھن مارتا ہے، پتھر راکھ ہو جاتا ہے۔ پانی پر پھن مارتا ہے... پانی بھاپ بن کر اُڑ جاتا ہے۔ آگ کھاتا ہے، انگارے اُگلتا ہے۔ صندل دیپ میں پایا جاتا ہے۔ اسے آتش خور کہتے ہیں۔"

وہ ایک پیشہ ور دوا فروش کی طرح اول فول بک رہا تھا۔ صرف پندرہ منٹ میں اُس کے گرد اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ اُس نے گھنی اور چڑھی ہوئی سفید نقلی مونچھیں لگا رکھی تھیں۔ میک اپ اتنا شاندار تھا کہ سر کے بال کھچڑی معلوم ہو رہے تھے بہرحال وہ ایک انتہائی تندرست بوڑھے دوا فروش کے بھیس میں فٹ پاتھ پر مجمع لگا رہا تھا۔ اس کے سامنے بہت سے مرتبانوں میں مُردہ اور زندہ سانپ تھے۔ ایک بڑے سے صندوق پر دواؤں کی شیشیاں چنی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے کسی میں نقرئی گولیاں تھیں اور کسی میں طلائی اکثر میں کوئی سیال شے بھی تھی۔

یہ حرکت محض اُس کی اُفتادِ طبع نہیں تھی۔ اس مرتبہ شاید زندگی میں پہلی بار انسپکٹر فریدی نے ایک اہم کام اُس کے سپرد کیا تھا اور وہ اس سے کسی قسم کا مشورہ لیے بغیر اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش میں مشغول تھا۔ پہلے فریدی نے وہ کیس اپنے ہی لیے رکھا تھا لیکن اس دوران میں وہاں کچھ عجیب قسم کی وارداتیں ہونی شروع ہو گئیں اور فریدی پہلا کیس حمید کے سپرد کر کے اُن کے متعلق چھان بین میں مشغول ہو گیا۔

وہ وارداتیں واقعی عجیب اور وحشت ناک تھیں۔ شہر کے مختلف حصوں میں تین نوخیز اور خوبصورت لڑکوں کی لاشیں ملی تھیں جنہیں کسی وحشی درندے نے بڑی بے دردی سے مار ڈالا تھا۔ انسپکٹر فریدی تقریباً ایک ہفتے سے پریشان تھا

PATHTHAR KI CHEEQ BY IBNE SAFI

لیکن اس خوفناک راز کی ایک کڑی بھی ہاتھ نہ لگی تھی۔

اس سے پہلے اُس کے پاس ایک بہت بڑے گروہ کا کیس تھا جو بہت ہی منظم طریقے پر شہر کے مختلف حصّوں میں جُوا کھلاتا تھا لیکن ابھی تک اس کا ایک رُکن بھی گرفتار نہ ہو سکا تھا۔ دوسرا کیس اس سے بھی زیادہ اہم تھا اس لیے پہلا کیس سارجنٹ حمید کے حصّے میں آیا۔ حمید نے اُسے سر انجام دینے کے سلسلے میں کافی لاف وگزاف کی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اُس نے دورانِ تفتیش... کبھی فریدی کو ڈھنگ کی رپورٹ نہیں دی۔ نہ اُسے اپنے پروگرام ہی سے متعلق کچھ بتایا۔ شہر کے ایک حصّے میں اُس نے ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا تھا جہاں غریب طبقے کے لوگ آباد تھے۔ اپنی دواؤں کا بکس اور سانپوں کے مرتبان وہ وہیں رکھا کرتا تھا۔

وہ تین دن سے اُسی جگہ پر مجمع لگا رہا تھا۔ اُسے دراصل قریب کی ایک عمارت پر شبہ ہوگیا تھا۔ یہ شہر کے ایک مخصوص متموّل طبقے کی تقریب گاہ تھی۔ یہاں صرف اُسی طبقے کے افراد شادی بیاہ یا دوسری تقاریب کے انتظامات معاوضہ لے کر کیے جاتے تھے۔ حمید متواتر تین دن سے دیکھ رہا تھا کہ وہاں دن اور رات ایک نہ ایک تقریب برپا رہتی تھی اور اُس میں حصّہ لینے والے بھی زیادہ تر مختلف نہیں ہُوا کرتے تھے۔ اس طبقے کے رسم و رواج کے مطابق کوئی غیر اُس عمارت میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ حمید کا شبہ یقین کی حد تک پہنچتا جا رہا تھا کہ وہ جس عمارت کی تلاش میں ہے وہ یہی ہو سکتی ہے۔ وہ آج بھی صبح سے کئی بار یہاں مجمع اکٹھا کر چکا تھا اور اس وقت آخری مجمعے کے سامنے اپنے بار بار دُہرائے ہُوئے جُملے دُہرا رہا تھا۔ "اس سانپ کی چربی کا کیا پُوچھنا... صاف صاف تعریف خلافِ تہذیب ہے..."

اُس نے رُک کر ایک شیشی اُٹھائی اور مجمعے کو دکھا کر کہنے لگا... "اس میں آتش خور سا کی چربی افعی یعنی کوبرا یعنی کالے سانپ کی چربی۔ سانڈے کی چربی۔ اود بلاؤ کی کلیجی کا پتّہ۔ رہو مچھلی کا پتّہ شامل ہے... بجلی ہے بجلی... نہ پان کی ضرورت نہ پتّے کی حاجت... نہ چھالا ڈالتا ہے نہ آبلہ۔ پانچ منٹ میں اثر دکھاتا ہے۔ اگر غلط نکلے تو کل یہیں آکر گریبان پکڑ لینا۔ پندرہ دن آپ کے شہر میں قیام کروں گا۔ دلّی، آگرہ، کانپور اور لکھنؤ ہوتا ہُوا آپ کے شہر میں آیا ہُوں اور آپ کے شہر سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ اس طرح آپ کی خدمت بھی کروں گا اور مُرشد کا حکم بھی بجا لاؤں گا۔"

پھر اُس نے دوا کی قیمت بتائی اور اُس کے اپنے گُرگوں میں سے ایک نے سب سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالا پھر پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر ٹین کے صندوق پر چُنی ہُوئی شیشیاں صاف ہوگئیں...

اس دوران میں حمید کی توجہ اُس عمارت کی طرف بھی مبذول ہوتی رہی تھی اور اسے اس میں داخل ہونے والوں میں شہر کا ایک مشہور جواری بھی دکھائی دیا تھا اور وہ اُس طبقے سے متعلق نہیں تھا۔ مجمع ختم کرنے کے بعد حمید نے سامان سمیٹنا شروع کیا۔ اس وقت اُس کا ارادہ عارضی قیام گاہ کی طرف جانے کا نہیں تھا۔ اُس نے ایک تانگے پر سامان بار کرایا اور فریدی کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

ایک سائیکل سوار اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید نے پہلے تو اُس کی طرف دھیان نہیں دیا لیکن دو ایک بار اُسے تانگے سے آگے نکلتے اور پھر رفتار کم کر کے تانگے کے پیچھے لگتے دیکھ کر وہ کھٹک گیا۔ حمید اُس کا صُورت آشنا تھا۔ اُس نے اُسے اکثر اُس مشتبہ عمارت کے سامنے والے ریستوران میں دیکھا تھا۔

"بھائی..." اُس نے تانگے والے کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ "شاید میں راستا بھُول رہا ہُوں۔"

"کیوں... آپ ہی نے تو..."

"ہاں ہاں" حمید اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ "وہ جو کلاک ٹاور ہے نا... اس کے سامنے والی سڑک پر پٹرول پمپ والی گلی میں..."

"مگر آپ" تانگے والے کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ "آپ نے تو..."

"میاں بگڑو نہیں! پردیسی ہُوں بھُول ہُوئی۔ چونّی زیادہ لے لینا۔"

تانگے والا بڑبڑاتا رہا... پھر اُس نے اگلی سڑک پر حمید کی عارضی قیام گاہ کی طرف مُنہ موڑ دیا۔

سائیکل سوار اب بھی تانگے کے پیچھے لگا ہُوا تھا اور حمید ایسا بے تعلق نظر آ رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ اُس نے جیب سے نسوار کی شیشی نکالی اور دو چٹکیاں ناک کے دونوں نتھنوں میں چڑھا گیا لیکن پھر اُسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا۔ وہ اس بھیس کے دوران... اپنی جیب میں نسوار کی شیشی ضرور رکھتا تھا لیکن آج تک استعمال کرنے کی ہمت

نہیں پڑی تھی۔ نتھنوں میں جلن اور ناک میں تیز قسم کی سرسراہٹ ہونے لگی لیکن وہ حتی الامکان چھینک روکنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ چھینکیں شروع ہوتے ہی اناڑی پن فوراً ظاہر ہو جاتا۔ اُس کے جسم کے سارے روئیں کھڑے ہوگئے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کی کھال گوشت چھوڑ رہی ہو' آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ بہرحال وہ چھینک نہ روک سکا البتہ اُسے کھانسی میں تبدیل کرتے وقت جیب سے رومال نکال لینا پڑا... اور پھر وہ سچ مچ اس طرح کھانسنے لگا جیسے دورہ پڑا ہو۔ اس طرح حلق میں خراش ضرور آ گئی لیکن ناک کی تکلیف دہ سرسراہٹ سے نجات مل گئی۔

تعاقب برابر جاری رہا۔

حمید رہائش گاہ پر پہنچ کر سامان اُتارنے لگا اور تعاقب کرنے والا آگے بڑھ گیا۔

حمید سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ اب تو اُسے سو فی صد یقین ہو گیا تھا کہ اُس کی اتنے دنوں کی محنت بیکار نہیں گئی۔ اُس نے سوچا کہ فریدی کو فوراً اس کی اطلاع دے دے... لیکن دوسرے ہی لمحے میں خود نمائی کی جبلت نے اُبھر کر اس خیال کا گلا گھونٹ دیا۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ اکیلے ہی یہ معرکہ سر کرے۔ اس طرح وہ فریدی کے اس خیال کا مضحکہ اُڑا سکے گا جس کی رُو سے وہ عملی اعتبار سے نکما تھا۔

حمید اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس میں ضرور داخل ہوگا۔ مجمع لگانے کے دوران میں اُس نے اس عمارت میں داخل ہونے کا طریقہ بھی دیکھ لیا تھا۔ آنے والے دربان کو دعوتی کارڈ دکھا کر اندر داخل ہوتے تھے۔ حمید نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دراصل کسی تقریب کے دعوتی کارڈ ہی کا ڈھونگ تھا۔ اسی طرح صرف اُنھی لوگوں کی رسائی وہاں تک ہو سکتی تھی' جو مُعتبر تھے۔ یعنی وہ کارڈ ایسے ہی لوگوں میں تقسیم کیے جاتے تھے جن کے متعلق اس گروہ کو پُورا پُورا اطمینان تھا... کہ وہ اس راز کو ظاہر نہیں کریں گے۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد حمید پھر اُسی عمارت کی طرف واپس جا رہا تھا لیکن اس بار اُس نے امیر اوباشوں کی نئی وضع اختیار کی تھی۔ کچھ دُور چل کر اُس نے ٹیکسی کی اور اُس عمارت کے سامنے والے ریستوران کے قریب جا اُترا... ریستوران میں بھیڑ کم تھی البتہ باہر والا حصہ کچھ کچھ بھرا ہُوا تھا۔ حمید چائے خانے میں گھس گیا۔ اتفاق سے ایک کھڑکی کے قریب کی میز خالی تھی۔ وہ اسی پر جم گیا۔ یہاں سے اُس عمارت کا پھاٹک زیادہ دُور نہیں تھا۔ حمید ارادہ کر کے اِدھر نکل تو آیا تھا مگر عمارت میں داخل ہونے کی کوئی تدبیر ابھی تک نہیں سُوجھی تھی۔

وہ کافی دیر تک ٹھنڈی چائے کی چُسکیاں لیتا رہا... لیکن بے سُود۔ عمارت میں داخل ہونا آسان کام نہیں تھا اگر وہ کسی ویران جگہ پر ہوتی تو وہ دیواریں بھی پھلانگ جاتا۔ اگر اس پر بھی بس نہ چلتا تو وہ نقب زنی کے امکانات پر غور کرتا لیکن یہاں بھرے پُرے بازار میں اُن کا خیال ہی احمقانہ تھا۔

وہ دُنیا و مافیہا سے بے خبر پھاٹک کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس نامعلوم آدمی کے وجود سے بھی بے خبر تھا جو اس کی قیام گاہ سے اس کے پیچھے لگا ہُوا یہاں تک چلا آیا تھا۔ وہ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا شام کا اخبار دیکھ رہا تھا لیکن یہ وہ آدمی نہیں تھا جس نے آج شام کو اُس کا تعاقب اُس کی قیام گاہ تک کیا تھا۔

دفعتہً حمید کو اس عمارت کے پھاٹک پر دو آدمی دکھائی دیے۔ دونوں نے اپنی جیبوں سے کارڈ نکالے لیکن ایک نے پھر اپنا کارڈ جیب میں رکھ لیا۔ اس کا ساتھی تو اندر چلا گیا' مگر اس کا رُخ ریستوران کی طرف تھا پھر حمید نے اُسے بار والے حصے میں داخل ہوتے دیکھا۔ حمید نے جلدی جلدی چائے ختم کی' بل ادا کیا اور ریستوران سے باہر نکل گیا۔ اُس کے ذہن میں ایک تدبیر اُبھر تو آئی تھی لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ بار میں جائے یا نہ جائے۔

اُس آدمی نے اندر پہنچ کر اِدھر اُدھر نظر ڈالی... اور سیدھا پیشاب خانے کی طرف چلا گیا۔ حمید بھی تیزی سے آگے بڑھا۔ اُس حصے میں جہاں پیشاب خانے تھے' اندھیرا تھا البتہ پیشاب خانوں کے اندر دھندلی روشنی تھی۔ حمید دبے پاؤں اُسی لیٹرین میں داخل ہو گیا جس میں وہ آدمی گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کا ایک ہاتھ اُس کے مُنہ پر تھا اور دوسرا اُس کی گردن دبا رہا تھا پھر اُس نے اُس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا۔ وہ لہرا کر زمین پر آ رہا...

پھر حمید نے حیرت انگیز پھُرتی کے ساتھ اُس کے کوٹ کی اندرُونی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ کارڈ موجود تھا۔ اُس نے اُسے اپنی جیب میں ڈالا اور بے ہوش آدمی پر اُچٹتی نظر ڈالتا

ہوتا تو اُس کا زخمی ہو جانا یقینی تھا۔

اور پھر اُس کے مُنہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔ یہ پولیس والے تھے۔

"حضرت مِل گئے۔" انسپکٹر جگدیش چیخا۔

حمید لوٹتے ہوئے دروازے پر سے جست لگا کر باہر نکل آیا۔ انسپکٹر فریدی ایک میز پر کھڑا گرفتار شدگان کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید اُس کی طرف دھیان دیے بغیر پکڑے جانے والوں کی بھیڑ میں گھستا چلا گیا۔ وہ اُس لمبوترے چہرے والے کو تلاش کرتا پھر رہا تھا لیکن وہ کہیں نہ دکھائی دیا...

پھر کسی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر پلٹا۔ فریدی طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"بہت اچھے۔" اُس نے کہا۔ "خاصے کارٹون لگ رہے ہو۔"

حمید جھینپ کر بغلیں جھانکنے لگا۔

"اُوپر بھی دیکھ لیں۔" فریدی نے کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش سے کہا...

پھر وہ تینوں کچھ کانسٹیبلوں کے ساتھ اوپری منزل میں چلے گئے۔ فریدی قطعی خاموش تھا۔ اُس نے پھر حمید سے کچھ نہیں کہا لیکن حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ گھر پہنچتے ہی شامت آجائے گی۔

اُوپر کے بہتیرے کمرے مقفل تھے۔

سارے قفل ایک ایک کر کے توڑے جانے لگے۔ ایک کمرے میں ایک خوبصورت اور نوجوان عورت ملی جس کے ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ پولیس والوں کو دیکھ کر وہ بے تحاشا رو پڑی۔ استفسار پر اُس نے بتایا کہ تین دن قبل سینما سے واپسی پر چند بدمعاشوں نے اُسے پکڑ لیا تھا... اور اُس سے ایک کثیر رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اُس کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ شہر کے ایک بہت بڑے تاجر کی بیوہ تھی۔ حمید نے اُسے رسیوں سے آزاد کرتے وقت محسوس کیا کہ وہ بخار سے بھُن رہی ہے۔

اُسے فوراً ہی اسپتال بھجوانے کا انتظام کیا گیا۔ وہ تو اپنے گھر جانے پر مُصر تھی لیکن باقاعدہ بیان لیے بغیر یہ چیز ناممکن تھی...

اُس کی سُرخ سُرخ نشیلی آنکھیں دیر تک حمید کے ذہن پر چھائی رہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ لمبوترے چہرے والے کے لیے بھی بے چین تھا۔ حمید کو اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح دھوکے میں رکھ کر اُس پر حملہ کر دے گا۔

اگر وہ اس وقت مِل جاتا تو وہ اُس کی بوٹیاں اُڑا دیتا۔ اُس کا ذہن اس بُری طرح اُلجھا ہُوا تھا کہ اُس نے فریدی سے یہ بھی نہ پُوچھا کہ وہ یک بیک یہاں پہنچ کیسے گیا۔

"کیا تم کسی کو تلاش کر رہے ہو؟" فریدی نے اُس سے پُوچھا۔

"ہاں مجھے ایک لمبوترے چہرے والے کی تلاش ہے۔" حمید دانت پیس کر بولا۔

"وہ نِکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔" فریدی نے کہا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کیا اُسی نے تمھاری یہ دُرگت بنائی ہے۔"

"بس زیادہ تاؤ نہ دِلایے مجھے۔" حمید بڑبڑایا۔

"خیر خیر۔" فریدی کچھ اور کہتے کہتے رُک گیا۔ اُس کی نظریں کاریڈور میں پڑے ہوئے کپڑوں کے ایک ڈھیر پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ ایک کانسٹیبل نے آگے بڑھ کر اُسے پیر سے سرکایا!

اور پھر اُن سب کے مُنہ سے چیخیں نکل گئیں۔

یہ ایک خوبصورت اور تندرست لڑکے کی لاش تھی جو بڑی درندگی کے ساتھ نوچا گیا تھا۔ فریدی بے ساختہ اُس پر جھک پڑا۔ تھوڑی دیر تک بغور اُسے دیکھتا رہا پھر سر اُٹھا کر آہستہ سے بولا۔ "حمید اب مجھے تمھاری اس حماقت پر ذرہ برابر بھی افسوس نہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جگدیش اور اُس کے ساتھیوں کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شہر میں ایک ہی نوعیت کی پانچویں لاش تھی۔ اس سے پہلے والی لاشیں کسی مکان یا پوشیدہ جگہ سے برآمد نہیں ہُوئی تھیں۔

فریدی نے جیب سے محدب شیشہ نکالا اور دیر تک لاش کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر زمین سے اُٹھتا ہُوا بولا "کوئی نشان نہیں لاش اُٹھوا دو۔"

پولیس نے ایک لاکھ پچپن ہزار روپے اپنے قبضے میں کیے اور تہتر قیدیوں کو لاریوں میں بھر کر کوتوالی کی طرف روانہ ہو گئی...

فریدی خاموش تھا۔ حمید سمجھا تھا کہ تنہائی نصیب ہوتے ہی اُسے نہ جانے کتنی کڑوی کسیلی باتیں حلق سے اُتارنی پڑیں گی لیکن خلافِ توقع فریدی کچھ نہیں بولا۔ تقریباً بارہ بجے رات کو کوتوالی سے فرصت ملی۔ اُس عورت کا بیان قلم بند کرنا دوسری صُبح تک کے لیے مُلتوی کر دیا گیا تھا۔ فریدی کا خیال تھا کہ بُخار

کی شدت کی وجہ سے اُس کا دماغ قابو میں نہ ہوگا۔

ایک بجے وہ دونوں گھر پہنچے۔

فریدی اب بھی خاموش تھا۔ حمید کو اُلجھن ہونے لگی۔

"آپ وہاں پہنچے کس طرح سے تھے؟" حمید نے اُس کی خاموشی سے اُکتا کر پوچھا۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس اڈّے سے واقف نہیں تھا؟" فریدی نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تو کیا آپ کو میری گرفتاری کی اطلاع ہو گئی تھی؟"

"نہیں! لیکن تم نے اندر داخل ہونے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا تھا۔ اُس کی اطلاع ملتے ہی میں چل پڑا تھا۔"

حمید اُسے پُرخیال نظروں سے دیکھتا رہا۔ فریدی تھوڑے توقف کے بعد پھر بولا۔ "وہاں اُن کے جانے پہچانے آدمی ہی داخل ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ تم پر کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور نازل ہوگی۔"

"لیکن آپ کو اطلاع کیسے ملی تھی؟"

"میں تمھاری طرف سے بے خبر نہیں تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میرا ایک آدمی تمھارے ساتھ برابر لگا رہتا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم نہ جانے کہاں ہوتے۔"

"جب آپ پہلے ہی سے اُس اڈّے سے واقف تھے تو آپ نے کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟" حمید جھنجلا کر بولا۔ "خواہ مخواہ مجھے اس طرح ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اچھا جی!" فریدی زہرخند کے ساتھ بولا۔ "میں نے کچھ کہا نہیں تو آپ شیر ہو رہے ہیں!"

"بتایئے نا آخر، یہ کوئی تصوف کا مسئلہ تو تھا نہیں۔"

"میں اس گروہ کے سرغنہ کے چکر میں ہوں جس کی شخصیت آج تک پردۂ راز میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں اُن میں سے ایک کا بھی تعلق اس گروہ سے نہ ہوگا۔ گروہ والے سب نکل گئے۔ یہ تو بے چارے بدنصیب کھلاڑی تھے..."

فریدی خاموش ہوگیا۔ حمید اُس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو بغور دیکھ رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ "تمھاری اس حماقت کی وجہ سے ایک بہت بڑے راز سے پردہ ہٹ گیا۔"

"وہ لاشیں؟"

"ہاں! اُن لاشوں کا تعلق بھی اسی گروہ سے معلوم ہوتا ہے۔"

فریدی آہستہ سے بولا۔ "لیکن وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ پہلی لاش ہے جو کسی مکان سے برآمد ہوئی ہے۔ ورنہ اس سے قبل کی لاشیں پبلک مقامات پر پائی گئی تھیں۔ شاید یہ لاش بھی کل صبح کسی ایسی ہی جگہ پر ملتی۔"

فریدی پھر خاموش ہوگیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ وہ لمبوترے چہرے والا ٹل گیا۔" حمید نے کہا۔

"پھر بھی!" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ "اب تم مار دھاڑ اور سُراغرسانی پر آمادہ ہی ہو گئے ہو۔ خیر تم میں زندگی تو پیدا ہوئی لیکن نہیں ابھی کوئی عورت مل جائے... پھر تم ایک کیچوے کی طرح حقیر ہو جاؤ گے۔"

"گھبرایئے نہیں۔" حمید جل کر بولا۔ "اگر کسی کے ریوالور کا نشانہ نہ بنا تو دیوار سے ٹکرا کر جان دے دوں گا۔"

"اب خود ہی عورتوں کی طرح بولنے لگے۔"

حمید نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ اُس کی چوٹیں بُری طرح دُکھ رہی تھیں اور آج رات نیند آنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے اس لیے وہ گفتگو کو طول دینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن فریدی نے ایسا مسئلہ چھیڑ دیا کہ قہرِ درویش برجانِ درویش کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ بہرحال وہ اس موضوع کو ختم ہی کر دینا چاہتا تھا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا...؟"

"جو لوگ بلا کسی خوف و خطر اُن لاشوں کو پبلک مقامات تک لا سکتے ہیں۔ وہ انھیں کسی ویرانے میں لے جا کر دفن بھی کر سکتے ہیں!"

"یقیناً..."

"پھر آخر وہ انھیں شہر میں پھینکنے کا خطرہ کیوں مول لیتے ہیں!"

"ڈھنگ کا سوال ہے!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمھیں یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ ان میں سے اکثر قتل ویران مقامات پر ہوئے ہیں لیکن لاشوں کو شہر میں لا ڈالا گیا ہے۔ اور اس وقت جو لاش ملی ہے وہ بھی کہیں سے لائی ہی گئی ہے!"

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"اگر آنکھیں کھلی رکھو تو اتنے بچکانے سوالات نہ کرتے

پڑیں،" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا" اُس عمارت میں ہمیں کسی جگہ اتنی مقدار میں خون نہیں ملا کہ ہم ایسا سوچ سکیں۔ خود لاش کے نیچے خون کے معمولی دھبے ملے ہیں۔ لاش پر پائے جانے والے کپڑے کے ڈھیر میں بھی خون نہیں تھا۔

حمید خاموش ہوگیا۔ بات بالکل سامنے کی تھی لیکن وہ باتوں کی رَو میں ایک احمقانہ سوال کر بیٹھا تھا۔ بہرحال وہ اب بھی فریدی کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا پہلا سوال یقیناً دلچسپ تھا" فریدی پھر بولا "یہ حقیقت ہے کہ لاشوں کو بہ آسانی دفن بھی کیا جا سکتا تھا یا پھر اس کے لیے گٹر بھی استعمال کیے جا سکتے تھے۔ آخر مجرم اپنے جرائم کو منظرِ عام پر کیوں لا رہا ہے؟" فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا...

"آپ کا کیا خیال ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"عقلی گدگدی کر کیا کرو گے۔ جو کچھ بھی کہوں گا اس کے لیے فی الحال کوئی منطقی دلیل نہ پیش کر سکوں گا... ویسے میری دانست میں مجرم کوئی انتہا پسند قسم کا اذیت کوش (SADIST) ہے۔ وہ حصولِ لذت کے لیے محض مار ڈالنا ہی کافی نہیں سمجھتا بلکہ لاشوں کے ذریعے شہر میں سنسنی پھیلا کر اُس سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجرم کا جنون وحشیانہ پن کی حد تک پہنچ گیا ہے۔"

"قطعی۔ ابھی تک جتنی بھی لاشیں ملی ہیں وہ کم عمر لڑکوں کی ہیں۔ کسی کی عمر پندرہ سولہ سال سے زیادہ کی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ ویسے حقیقت خدا ہی جانے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور بات بھی ہو۔"

"لیکن میں پھر کہوں گا کہ آخر لاشوں کو منظرِ عام پر ڈالنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"اذیت پسندی کی انتہا" فریدی بولا "مجرم لاش کے وارثوں کی گریہ و زاری اور پبلک کی خوف زدگی سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ اذیت پسندی کی درجنوں قسمیں ہیں اور شاید ہم انتہائی قسم سے دوچار ہیں۔ اس حد تک پہنچنے کے بعد اکثر جنونی اپنی بوٹیاں تک نوچ ڈالتے ہیں۔"

حمید خاموش کچھ سوچ رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔

"آپ نے کہا تھا کہ قتل کسی ویرانے ہی میں ہوئے ہیں۔"

فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر کہا "دوشنبے کو جو لاش ملی تھی اُس کے متعلق تحقیقات کرنے پر میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ وہ القسٹن کالج میں پڑھتا تھا اور اتوار کو دس پندرہ لڑکوں کی ٹولی کے ساتھ پکنک پر جھریالی گیا تھا۔ واپسی پر وہ اُن سے الگ ہوگیا۔ اُس نے اُن سے کہا تھا کہ وہ قریب کے ایک گاؤں میں اپنے کسی عزیز سے ملنے کے لیے جا رہا ہے۔ میں اس لڑکے کے والدین سے ملا۔ انھوں نے بتایا کہ اس گاؤں میں اُن کا کوئی عزیز نہیں تھا... شہر میں تحقیقات کرنے کے بعد میں جھریالی کی طرف گیا... پھر اُس گاؤں میں بھی چلا گیا۔ وہاں تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس شکل و شباہت کے لڑکے کو کسی نے وہاں نہیں دیکھا تھا میں پھر جھریالی لوٹ آیا۔"

فریدی خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"تم نے کبھی جھریالی کی پہاڑیوں کی سیر کی ہے؟"

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"دلچسپ جگہ ہے۔ مگر پکنک پر جانے والے انھیں عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ میں بھی اس سے پہلے کبھی ان پہاڑیوں پر نہیں چڑھا تھا۔ باہر سے تو وہ بالکل خشک اور بے جان پتھروں کی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے درمیان میں بڑی ہریالی ہے۔"

فریدی پھر خاموش ہوگیا۔ حمید سوچنے لگا کہ شاید فریدی پر نیند نے حملہ کیا ہے تبھی وہ موضوع سے بھٹک رہا ہے... قتل کی بات کرتے کرتے پہاڑیوں کی ہریالی پر آ گیا لیکن اُس نے اُسے ٹوکا نہیں۔ بعض اوقات اُسے سچ مچ فریدی پر رحم آنے لگتا تھا۔ بس ہر وقت کام کی دُھن کبھی کبھی کھانا پینا تک بھول جاتا تھا اور فرصت کے اوقات میں یا تو مطالعہ یا کتوں اور دوسرے جانوروں کی دیکھ بھال یا پھر کسی نئے کیمیاوی تجربے کا چکر... حمید کے خیال کے مطابق وہ ایک مظلوم آدمی تھا جو... خود پر ظلم کر رہا تھا۔ اپنی جنسیت کو... بے دردی سے کچل رہا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اُسے کبھی عورت کا پیار نصیب نہ ہو سکے گا کہ عورت کے خیال پر اُس کے ذہن نے اُس عورت کی طرف جست لگائی جو اُس عمارت میں ملی تھی۔ کتنی حسین تھی وہ... پھر یکایک اُسے لمبوترے چہرے والا یاد آ گیا اور اُس کا خون کھولنے لگا۔

"یہ مٹھیاں کیوں بھینچ رہے ہو؟" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اوں... " حمید چونک پڑا۔ "کچھ نہیں۔ ہاں تو ان پہاڑیوں پر بڑی ہریالی ہے۔"

"تم اُلّو ہو۔" فریدی ہنس پڑا۔ "تمھیں اس لمبوترے چہرے والے پر غصہ آرہا ہے۔"

"نہیں تو۔" حمید کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "آپ اپنی تحقیقات کے متعلق بتا رہے تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اُن پہاڑیوں میں ایک جگہ خون کے بڑے بڑے دھبے دیکھے تھے۔ کچھ کپڑوں کے چیتھڑے بھی۔ اُن میں سے ایک دھجی مقتول کی قمیص کی بھی ثابت ہوئی۔ ایک انگوٹھی ملی جسے مقتول کے والدین نے شناخت کرلیا کہ وہ اُسی کی تھی اور بس۔ لیکن مجرم! وہ ابھی تک پردۂ راز ہی میں ہے۔"

فریدی اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ حمید اُسے تحیّر آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا...

● ●

دوسرے دن صبح حمید فریدی کو بتائے بغیر اسپتال پہنچ گیا۔ انسپکٹر جگدیش اُس عورت کا بیان لے رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ وہ بھی اُس کی حُسن پرست طبیعت سے بخوبی واقف تھا۔

"ہمارے سُراغرساں حمید صاحب۔" جگدیش نے کہا... "آپ سچ پوچھیے تو اُنھی کی بدولت رہا ہوئی ہیں۔"

حمید جگدیش کی بات اُڑا کر اُس سے اُس کی خیریت پوچھنے لگا۔

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔" عورت مسکرا کر بولی۔ "میں اب گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا۔ "آپ جب چاہیں جاسکتی ہیں۔" پھر وہ جگدیش کی طرف مُڑ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے غلط نہیں کہا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بیان لے چکا ہوں۔" جگدیش نے کہا۔

ڈاکٹر نے بھی اجازت دے دی کیونکہ بخار رات ہی میں اُتر گیا تھا اور کوئی ایسی بات بھی نہیں تھی جس کی بنا پر اُسے اسپتال میں روکا جاتا۔

"میں آپ کو گھر تک پہنچا دوں گا۔" حمید نے کہا۔

"بڑی مہربانی آپ کا احسان۔" وہ دفعتہً خاموش ہوگئی... اُس کی نظریں دروازے کی طرف اُٹھ گئی تھیں۔ انسپکٹر فریدی اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا ہوا اُن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"انسپکٹر فریدی صاحب۔" جگدیش احتراماً اُٹھتا ہوا بولا۔ "آپ لیڈی جہانگیر عادل جی۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی جگدیش کی بوکھلاہٹ سے... لطف اندوز ہوتا ہوا بولا۔ "پچھلی رات میں بھی موجود تھا۔"

"اوہ... ہی... ہی... ہی۔" جگدیش احمقوں کی طرح ہنسنے لگا...

"غالباً آپ جا رہی ہیں۔" فریدی لیڈی جہانگیر کی طرف مُڑ کر بولا... وہ چونک پڑی۔ فریدی کو بڑے انہماک سے دیکھ رہی تھیں۔" حمید کچھ بڑبڑانے لگا۔ اس وقت فریدی بہت جچ رہا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کے سرج کے سوٹ میں اُس کا چہرہ بڑا حسین معلوم ہو رہا تھا۔

"جی ہاں! میں جا رہی ہوں۔" لیڈی جہانگیر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

"بہتر ہے۔" فریدی نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ "ایک کانسٹیبل آپ کے ساتھ کردو۔"

"وہ تو..." حمید کی بات ہونٹوں ہی میں رہ گئی۔ کیونکہ فریدی اُسے گھور رہا تھا۔

لیڈی جہانگیر ایک بار پھر اُن سب کا شکریہ ادا کرکے وہاں سے چلی گئی۔

"سُنا تم نے؟" حمید نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ "پتھر کئی طرح کے ہوتے ہیں۔"

جگدیش ہنسنے لگا لیکن کچھ بولا نہیں۔ فریدی حمید کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر لایا۔

"وہ کس قسم کا پتھر تھا حمید صاحب! جس سے ٹکرانے کے بعد تم کارٹون بن گئے۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ پتھر..." حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

فریدی ہنس رہا تھا۔

"خدا کی قسم! آپ اُس مجرم سے زیادہ اذیت پسند ہیں۔"

"آخر تم اُس کے ساتھ جا کر کرتے کیا؟" فریدی نے پوچھا۔

"اُس کا گریبان پکڑ کر آپ کے لیے دعائے خیر کرتا!" حمید جھلا کر بولا۔

فریدی پھر ہنسنے لگا۔ "کیا تم نے صبح آئینہ نہیں دیکھا؟"

حمید اُسے گھورنے لگا۔

"مطلب یہ کہ اس ٹوٹی پھوٹی صورت میں تمھیں اُس کے سامنے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" فریدی نے پھر چٹکی لی۔

اس بار حمید بھنّا کر پلٹ پڑا۔ "آپ کیوں دوڑے آئے تھے...؟"

"تمھیں اپنے ٹوٹے پھوٹے چہرے کی مرمّت کرانے کا مشورہ دینے کے لیے۔" فریدی نے کہا اور اپنی کیڈلک میں بیٹھ گیا۔

حمید منہ بنائے فٹ پاتھ پر کھڑا ہی رہا۔

"کیوں؟" فریدی نے اُسے سوالیہ انداز سے دیکھا۔

"میرا کام ابھی ختم نہیں ہُوا۔"

"یعنی...؟"

"میں قبل از وقت کچھ نہیں بتا سکتا۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"اوہ۔" فریدی نے پھر قہقہہ لگایا۔ "اور اس بار تمھاری ہڈیاں سُرمہ ہو جائیں گی۔"

"خُدا کی قسم تاؤ نہ دلایئے ورنہ شہر کے ہر لمبوترے چہرے کو چوکور بنا دوں گا۔"

"شاباش! اور پھر میرے ہی ہاتھوں جامِ شہادت بھی نوش فرماؤ گے۔"

"آپ نہ جانے خود کو کیا سمجھتے ہیں۔" حمید نے بُرا سا مُنہ بنایا۔ "وہ تو کہیے میں بھی شریف ہی آدمی ہوں۔ اگر کوئی ڈاکو واکو ہوتا تو دیکھتا آپ کی ذہانت۔"

فریدی نے قہقہہ لگا کر اُسے کیڈلک میں کھینچ لیا اور پھر وہ سڑک پر فرّاٹے بھرنے لگی۔

"بیٹے حمید خاں۔ تمھیں جہنّم رسید کرنے کے لیے بس ایک عورت کافی ہوتی۔"

"تو جلدی سے جہنّم رسید کر دیجیے نا مجھے! اُس نے کئی ماہ سے آپ کے نظریاتی جہنّم کی شکل بھی نہیں دیکھی۔"

"یا حمید۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "کسی وقت تو عورت کی طرف سے خالی الذہن ہو جایا کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو بھی جنون کا شکار نہ ہو جائے۔"

حمید نے جواب میں غالب کا شعر پڑھ دیا۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

"اچھا تو کیا میں آپ کو لڑکیاں سپلائی کروں؟" فریدی

سکوڑ کر بولا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ سپلائی بڑا گندہ لفظ ہے۔ آخر آپ جیسے عالی دماغ کو یہ لفظ سُوجھا کیسے؟"

"جو شعر تم نے پڑھا ہے۔ فی الحال اس سے تو یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے۔"

"آپ غلط سمجھے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم کیوں نہ لیڈی جہانگیر سے اس تفتیش میں مدد لیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"بس یُونہی ملنے ملانے سے بہتیری راہیں پیدا ہو جاتی ہیں..."

"بکو مت۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ پھر کچھ سوچنے لگا تھا... پھر اُس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "وہ ایک آوارہ عورت ہے..."

"آپ کی نظروں میں دُنیا کی ہر عورت آوارہ ہے۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہُوں۔ وہ تین چار دن سے غائب تھی لیکن کسی نے خبر نہیں لی۔"

"ممکن ہے اُس کے گھر پر کوئی اور آدمی ہی نہ ہو۔"

"ملازمین تو ہوں گے ہی۔" فریدی نے کہا۔ "اگر وہ دو دو تین تین دن گھر سے غائب رہنے کی عادی نہ ہوتی تو پولیس تک اس کی گمشدگی کی رپورٹ پہنچ گئی ہوتی۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہُوئی۔" حمید مُسکرا کر بولا۔ "آپ بھی تو کئی کئی دن گھر سے غائب رہتے ہیں۔ تو کیا آپ بھی آوارہ ہیں اور آپ کا بھی کوئی ملازم آپ کی گمشدگی کی رپورٹ نہیں کرتا۔ ہائے ہائے کاش آپ بھی کوئی بلونڈی ہوتے۔"

فریدی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حمید تھوڑی دیر بعد پھر بڑبڑانے لگا۔ "میں صرف ایک وجہ سے خُدا کے وجود کا قائل ہُوں کہ اُس نے نر کے ساتھ مادہ بھی پیدا کی ہے۔ اس طرح زندگی کی خواہش جانداروں میں برقرار رہتی ہے۔ ورنہ خودکشی کی وبا عام ہوتی۔"

فریدی مُسکرا رہا تھا۔ شاید وہ بھی تفریحی باتوں کے موڈ میں آ گیا تھا۔

"اچھا اگر مادہ نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟" اُس نے کہا۔

"مُرغیوں کی طرح آپ بھی انڈے دیتے۔"

مگر انڈوں کے لیے مُرغ بھی ضروری ہے۔"

"اس صورت میں کوئی اور انتظام ہوتا۔" حمید نے کہا۔ "مثلاً نر ہی میں کوئی ایسا اعصابی نظام رکھا جاتا کہ وہ درختوں کی طرح خود ہی نر اور مادہ دونوں ہوتا۔ مرد انڈے دیتا جواب... فرض کیجیے کوئی ایشیا کے عظیم سراغرساں سے ملنے کے لیے آیا اور فریدی صاحب نے اندر سے کہلوا دیا۔ معاف کیجیے گا۔ میں اس وقت انڈے دے رہا ہوں یا انڈوں پر بیٹھا ہوں۔ آج سے اکیسویں دن بعد تشریف لایئے گا اور پھر اگر اندر حمید نے چھیڑ دیا تو کڑکڑا کر پھول گئے..."

فریدی ہنسنے لگا۔

"خدا کی قسم بڑا مزا آتا۔" حمید ہونٹ بھینچ کر ہنسا۔ "دفتروں میں اسی قسم کی عرضیاں موصول ہوتیں۔ جناب عالی! گزارش ہے کہ مجھے انڈوں پر بیٹھنا ہے اس لیے اکیس دن کی رخصت مرحمت فرمائی جائے۔"

"تب تو تمہیں روز ہی انڈوں پر بیٹھنا پڑتا۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"نہیں میں اپنے اور آپ کے انڈوں کی تجارت کرتا۔" حمید بولا۔ "اور سنیے فرض کیجیے... آپ کسی ضرورت سے ڈی۔ آئی۔ جی سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ ان کے کمرے کے سامنے پہنچے لیکن چپراسی درمیان میں آہستہ سے بولا۔ صاحب انڈے دے رہے ہیں۔ جہاں ملک کی آبادی بڑھنی شروع ہوئی۔ قوم کے لیڈر اپیل کرنے لگے۔ خدا کے لیے آپ لوگ فی الحال انڈوں پر بیٹھنا چھوڑ دیجیے۔ ٹرین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دفعتاً کمپارٹمنٹ میں کسی کا پیٹ مروڑا۔ کڑکڑا کر بولا۔ آپ لوگ ذرا منہ پھیر لیجیے، میں اور آپ کسی مجرم کا پیچھا کر رہے ہیں۔ دفعتاً آپ سست پڑ گئے۔ وجہ پوچھی تو آہستہ سے بولے۔ "انڈا" اور زمین پر بیٹھ گئے۔ مجرم غائب یا مجرم ہی پر وقت پڑا تو پلٹ کر ہم سے اجازت طلب کی اور خود بیٹھ گیا۔ دوسرے دن اخبارات میں سرخیاں لگ رہی ہیں کہ فلاں فلاں مجرم انڈا دیتے وقت گرفتار کر لیا گیا یا پھر انسپکٹر فریدی مجرم کا تعاقب کرتے وقت انڈے دینے لگے اور مجرم صاف نکل گیا یا مجرم انسپکٹر فریدی کے انڈے لے کر فرار ہو گیا۔"

"بس کرو ستور۔" فریدی اپنے منہ میں رومال ٹھونستا ہوا بولا۔

"تو پھر آپ وہیں چل رہے ہیں نا؟" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ہیں۔ فریدی [illegible] لگا اور حمید خاموش ہو گیا۔ اس کی چوٹیں ابھی تک دکھ رہی تھیں اور حقیقتاً وہ اتنی دیر تک محض اس لیے بکواس کرتا رہا تھا کہ فریدی اس ملبوترے چہرے والے کو بھولا رہے ورنہ وہ بات بات پر حوالہ دے کر اسے چھیڑتا۔

"کل رات والی لاش کی بھی شناخت ہو گئی۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کون تھا؟"

"چمڑے کے ایک تاجر سیٹھ سلیمان کا لڑکا۔ اس کا گھر کوتوالی کے قریب ہی ہے۔ میں صبح سیٹھ سلیمان سے ملا تھا۔"

حمید دوسرے جملے کا انتظار کرنے لگا لیکن فریدی پھر خیالات میں کھو گیا۔

"اس نے کیا بتایا؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "وہ کہنے لگا کہ وہ کئی دن سے کچھ کھویا کھویا سا معلوم ہوتا تھا اور کئی راتوں سے اپنے کالج کے کسی پروفیسر سے پڑھنے کے لیے جایا کرتا تھا چنانچہ پچھلی شام کو بھی وہ وہیں گیا تھا۔"

"تو وہ پروفیسر؟"

"اس پروفیسر کا نام وہ نہیں بتا سکا۔"

"کس کالج میں پڑھتا تھا؟"

"موڈرن میں۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ سارے پروفیسروں سے ملنا پڑے گا۔"

"میں اتنا لمبا چوڑا راستہ کبھی اختیار نہیں کرتا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"پھر...؟"

"میں فی الحال اس لڑکے کے والدین سے ملوں گا جس کے متعلق جھریالی میں تحقیقات کر چکا ہوں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"پھر وہی احمقانہ سوالات!" فریدی نے منہ بنا کر کہا۔ "میری تفتیش کی رو سے وہ سارے مقتول ایک ہی کالج سے متعلق نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کا قاتل ایک ہی ہے۔ کیونکہ قتل کی نوعیت مختلف نہیں۔ مجھے تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ سارے لڑکے کس بہانے سے رات کو گھروں سے غائب رہتے تھے۔"

"تو کیا آپ پروفیسر والے واقعے کو بہانہ سمجھتے ہیں؟"

"قطعی...!"

"آخر کیوں؟"

"اگر یہ حرکت پروفیسر کی ہوتی تو وہ کبھی ایسے اوقات میں اس قسم کے اقدامات نہ کرتا جبکہ اُن لڑکوں کی موجودگی اُس کے یہاں ثابت ہو سکتی!"

"مگر آپ تو اسے ایک قسم کا جنون قرار دے چکے ہیں پھر جنون میں عقل کا کیا کام...؟"

"حمید صاحب!" فریدی مسکرا کر بولا! "اگر وہ مجرم اس وقت آپ کو کہیں مل جائے تو آپ اس کے متعلق یہ سوچ بھی نہ سکیں گے کہ وہ اتنی درندگی سے کسی کو قتل کر سکتا ہے!"

"پھر یہ کیسا جنون ہے؟"

"یہ ایسا ہی جنون ہے اور صرف اُس وقت بیدار ہوتا ہے جب شہوانی جذبات اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہے ہوں... اس وقت مکمل تسکین کے لیے خون کی پیاس بڑھ جاتی ہے' آدمی درندگی پر اُتر آتا ہے. بعض صورتوں میں تسکین کے بعد بھی مزید تسکین کے لیے اس قسم کی حیوانیت درکار ہوتی ہے!"

حمید خاموش ہو گیا.

"کیا سوچ رہے ہو؟" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا.

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دنیا کی کوئی ایسی بات بھی ہے جو آپ نہیں جانتے!"

"ہائے اسی کا تو افسوس ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا. حمید صاحب یہ دنیا بہت وسیع ہے اور یہاں کا ہر فرد کم از کم ایک ایسا تجربہ ضرور رکھتا ہے جو دوسرے کے لیے قطعی نیا ہوتا ہے پھر بھلا تنہا میں کیا جان سکتا ہوں. بس اسی علم کی پیاس مجھے دن رات بے قرار رکھتی ہے اور جب مجھے کوئی نیا تجربہ ہوتا ہے، تو میں اپنی بے چارگی کا احساس کیے بغیر نہیں رہ سکتا... مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں اس عظیم کائنات میں ایک حقیر کیڑے کی طرح رینگ رہا ہوں!"

"کوئی نئی بات نہیں. ہر بڑا آدمی از راہِ خاکساری یہی کہتا ہے!"

"عام آدمی اسے خاکساری پر محمول کرتے ہیں مگر یہ سو فیصد حقیقت ہوتی ہے. ہر بڑا آدمی اس بات کو شدت سے محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنی کھال سے باہر نہیں نکل سکتا!"

حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا. فریدی نے ایک جگہ کار روک دی...

پھر وہ دونوں ایک عمارت کی اوپری منزل کی طرف جا رہے تھے. فریدی اُس لڑکے کے باپ سے ملا جس کے متعلق وہ جھریالی کے قریب والے گاؤں میں تحقیقات کر چکا تھا. اُس کے لڑکے کو مصوری کا شوق تھا اس لیے اُس نے قتل سے پندرہ دن قبل نیشنل آرٹ کالج میں داخلہ کرا لیا تھا جہاں رات کو بھی مصوری کی تعلیم دی جاتی تھی. مقتول رات ہی کی کلاس اٹینڈ کرتا تھا... اس کے بعد فریدی دوسرے مقتولین کے ورثا سے بھی ملا لیکن انھوں نے بھی مختلف قسم کی باتیں بتائیں. رات کو وہ سب کسی نہ کسی بہانے سے باہر رہے تھے. ان مقتولوں کی رہائش گاہوں کی تلاشی وہ پہلے ہی لے چکا تھا اور اُسے مایوسی بھی ہوئی تھی کیونکہ کہیں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے مجرم کی شخصیت پر کوئی روشنی پڑ سکتی.

"دیکھا تم نے؟" فریدی واپسی پر حمید سے کہہ رہا تھا "کسی نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی جس سے کوئی... نتیجہ نکالا جائے' خیر ہم فی الحال نیشنل آرٹ کالج چل رہے ہیں!"

"بہر حال میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کیس میں ہمارے پرخچے اُڑ جائیں گے!" حمید نے کہا.

"معلوم تو یہی ہوتا ہے!"

"نیشنل آرٹ کالج میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نام کے کسی لڑکے نے وہاں داخلہ ہی نہیں کرایا. یہ بات پرنسپل سے معلوم ہوئی تھی لیکن فریدی نے اپنے اطمینان کے لیے سارے رجسٹر خود ہی اُلٹ ڈالے اور اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا.

"بیکار ہے!" اُس نے حمید سے کہا.

اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے پھر دوسرے مقتولین کے متعلق بھی تفتیش کی لیکن نتیجہ وہی' مگر کسی کے متعلق یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ رات کو کہاں غائب رہتا تھا. فریدی اور حمید تھک ہار کر گھر واپس آ گئے.

○

تین بجے وہ گھر پہنچے. فریدی کے چہرے سے جھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی. گھر آتے ہی وہ ایک آرام کرسی پر گر گیا. چند لمحے آنکھیں بند کیے لیٹا رہا پھر سگار سلگانے لگا.

"نہ جانے وہ کس لالچ میں پڑ گئے تھے!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا...

"کون؟" حمید چونک کر بولا.

"وہی لڑکے۔ کسی نے بھی اپنے والدین کو رات کی غیر حاضری کی صحیح وجہ نہیں بتائی۔"

"کیا آپ بھول گئے کہ کل والی لاش آپ کو ایک قمار خانے میں ملی تھی۔" حمید نے کہا۔

"ہاں!" فریدی اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ممکن ہے کہ وہ سب وہاں جوا کھیلنے کی غرض سے جاتے رہے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ انھیں شروع شروع میں کسی لمبی جیت میں رکھا گیا ہو۔ کیا یہ لالچ ناکافی ہے۔ مجھے تو یہ حرکت اسی گروہ کے کسی آدمی کی معلوم ہوتی ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے اور وہ آدمی اس گروہ کا کوئی معمولی ممبر نہیں معلوم ہوتا۔"

"سرغنہ؟" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"قطعی! کسی معمولی ممبر کے لیے اتنا اہتمام نہیں کیا جاسکتا۔"

"ہاں! اُن قیدیوں کا کیا ہوا؟"

"سب حوالات میں ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "اور میرے خیال کے مطابق وہ سب کھلاڑی ہی نکلے۔ گروہ کے سارے آدمی نکل جانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہوسکتا ہے کہ اُن میں ایک آدھ گروہ کا بھی آدمی ہو۔ مگر اوّل تو یہ پتہ لگانا ہی محال ہے کہ اُن میں سے گروہ کا کون آدمی ہے اور اگر یہ معلوم بھی ہو گیا تو یہ ضروری نہیں کہ وہ بقیہ لوگوں کی صحیح نشاندہی کر سکے۔"

"پھر...؟"

"پھر کیا، یہی کہ فی الحال معاملہ بالکل سپاٹ ہے لیکن تم ضرور کچھ ناہموار ہوگئے ہو۔"

"آپ نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "اُس سٹور نے مجھے دھوکے میں رکھا۔ ورنہ وہ اس وقت کہیں..."

"اور گھر سے اُڑا رہا ہوتا۔" فریدی نے حمید کا جملہ پورا کر کے قہقہہ لگایا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھالیا۔

"ہیلو! ایس فریدی اسپیکنگ... اوہ آپ... فرمایئے..."

فریدی تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہم دونوں اس وقت مشغول ہیں... پھر کبھی سہی... ارے شرمندہ نہ کیجیے مجھے۔ بات ہی کیا تھی... وہ تو محض اتفاق تھا... ورنہ ہمیں کیا معلوم ہوتا... خیر... پھر کبھی سہی... شکریہ!"

فریدی ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مُڑا اور مسکرانے لگا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ہم میں سے کس پر عاشق ہوئی ہے۔" اُس نے کہا۔ "مگر نہیں تمھاری صورت تو آج اس قابل ہی نہیں تھی..."

"کس کی بات کر رہے ہیں؟"

"لیڈی جہانگیر عادل کی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اُس نے ہم دونوں کو چائے پر مدعو کیا تھا۔"

"اور آپ نے؟"

"ہاں... آں... انکار کردیا۔"

"بہت اچھا کیا۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔ "لیکن میں تو ضرور جاؤں گا۔"

"بکومت...!"

"بکوں گا...!"

"تمھارے منہ پر تو برا چڑھا دیا جائے گا۔"

"میں ایسی زندگی پسند نہیں کرتا جس میں تفریح کو دخل نہ ہو۔"

"مجھے ایسی موت بھی پسند ہے جس میں تضیع اوقات نہ ہو۔" فریدی نے سگار ہونٹوں سے نکال کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں اس معاملے میں تمھیں آج تک راہِ راست پر نہ لا سکا۔"

"اوہ تو کیا آپ راہِ راست پر چل رہے ہیں؟" حمید زہرخند کے ساتھ بولا۔ "آپ ایک خشک اور بنجر چٹان کی طرح اپنی ہی ذات تک محدود رہنا چاہتے ہیں۔ آپ خود غرض ہیں۔ آپ کا جذبۂ تخلیق فنا ہوچکا ہے۔ آپ کی زندگی کے ویرانوں میں پیار بھرے گیت کبھی نہ گونجیں گے۔"

"نہ گونجیں۔" فریدی نے بے پروائی سے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"مجھے آپ کی بے بسی پر رحم آتا ہے۔" حمید فلسفیانہ انداز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ آپ اپنی جنسیت کو بُری طرح کچل رہے ہیں۔ آپ ظلم کر رہے ہیں خود پر بھی اور جذبۂ تخلیق پر بھی..."

"جو بے شمار ننگے اور بھوکے آدمیوں کو جنم دیتا ہے۔" فریدی نے حمید کا جملہ پورا کردیا۔

"یہ آپ کے بس کی بات ہے کہ آپ ننگے بھوکوں کی پیداوار روک دیں مگر اس لطیف جذبے کو کچلنے سے فائدہ؟"

"کیوں دماغ چاٹ رہے ہو۔" فریدی اُکتا کر بولا۔ "ایسی گفتگو ہمیشہ بے کاری کے لمحات میں چھیڑا کرو۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آج تک کوئی عورت آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوئی"۔
"کیوں نہیں"۔
"کون تھی وہ؟" حمید نے خالص ڈراماٹی انداز میں کہا۔
"میڈم چیانگ کائی شیک کی بڑی بہن"۔
"اوہ... تو وہ آج کل کہاں ہے؟"
"قبر میں! کیا تم اُس کے پاس جانا چاہتے ہو"۔
"نہیں کبھی خط لکھیے گا تو میرا بھی سلام لکھ دیجیے۔ اچھا تو میں چلا" حمید اُٹھتا ہُوا بولا۔
"کہاں... ؟"
"لیڈی جہانگیر عادل جی"۔
"اگر اپنی دُکھتی ہُوئی چوٹوں پر ہاتھ پھیرنے سے بھی محروم ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ضرور ہو جاؤ"۔
حمید دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔
"مجھے ٹی بی ہو جائے گی" حمید حلق کے بل چیخا۔
"تقدیر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا" فریدی نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔
"میں خود کشی کر لوں گا"۔
"مگر پچھلا حساب بے باق کرنے کے بعد"۔
"آپ ظالم ہیں"۔
"مجھے اس سے انکار کب ہے"۔
"میں اپنا سر پھوڑ لوں گا"۔
"خود کشی سے پہلے یا خود کشی کے بعد؟"
حمید کوئی جواب دیئے بغیر اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔
وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ چُپ چاپ کسی بہانے سے نکل جائے۔ فریدی اُس کی تفریحات میں شاذ و نادر ہی حارج ہوتا تھا لیکن جب وہ اسے کسی بات سے باز رکھنے پر اڑ ہی جاتا تو حمید کی ایک نہ چلتی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ آج بھی فریدی کا انداز کچھ اسی قسم کا تھا۔ وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔
"میں ذرا..."
"کام سے جا رہے ہو" فریدی نے اُس کا جملہ پُورا کر دیا۔ "کیوں شامت آئی ہے"
"آپ تو خواہ مخواہ..."
"بیٹھ جاؤ" فریدی تحکمانہ لہجے میں بولا۔
"بیٹھ گیا..." حمید نے جھلا کر کہا۔
"سچ مچ تمھاری شامت آگئی ہے" فریدی اُٹھتا ہُوا بولا... "تمھیں بند کرنا پڑے گا"۔
حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے وہ جملہ مذاقاً نہیں کہا تھا۔ اُس کے چہرے پر خطرناک قسم کی سنجیدگی تھی۔
"تم ہمیشہ کام بگاڑنے پر تلے رہتے ہو" وہ آہستہ سے بولا۔ "لیکن میں اس بار تمھیں اس کا موقع نہیں دُوں گا"۔
"آخر بات کیا ہے؟" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔
"میں تمھیں بند کر دُوں گا"۔
"پھانسی دے دیجیے نا مجھے" حمید نے جھلا کر کہا۔
"شٹ اپ"۔
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہُوا ایک کمرے کی طرف لے گیا۔
"آپ اِس وقت میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے ہیں جیسے میں آپ کی منکوحہ پر ڈاکا ڈالنے جا رہا ہُوں" حمید مسکرا کر بولا۔ اُس نے سوچا کہ اب اس وقت غصّہ دکھا کر خود ہی زچ ہونا پڑے گا۔ فریدی کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُس نے جو کچھ کہا ہے اُسے کر گزرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ فریدی نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔
"آخر بند کرنے سے کیا فائدہ" اُس نے پھر کہا۔
"فائدہ اور نقصان میں سمجھتا ہُوں"۔
حمید کو پھر تاؤ آ گیا۔ بھنّا کر بولا "اگر یہ بات ہے تو میں اسی وقت استعفا دیتا ہُوں"۔
"فضول" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا "تمھیں میرے ہی ساتھ مرنا بھی پڑے گا"۔
"اور اگر میں میڈیکل سرٹیفکیٹ داخل کر دوں تو" حمید نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔
"اس صورت میں تمھیں مجھ سے پہلے مرنا پڑے گا" فریدی اُس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا۔
حمید بھنبھناتا ہُوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا لیکن وہ... سوچ رہا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ ورنہ فریدی اِس طرح پیش نہ آتا۔
اُس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے کپڑے اُتارے اور بستر میں گر گیا۔
اُس کا ذہن فریدی کے اس عجیب و غریب رویّے میں اُلجھ کر رہ گیا تھا...

حمید انواع و اقسام کے خیالات میں اُلجھا ہُوا سو گیا اور جب اُس کی آنکھ کھُلی تو اُس نے محسوس کیا کہ کوئی دروازہ بھڑ بھڑا رہا ہے...

"ارے کون ہے بابا؟" اُس نے مسہری پر پڑے... پڑے ہانک لگائی پھر فریدی کی آواز پہچان کر اُٹھ بیٹھا۔

میز پر رکھی ہُوئی ٹائم پیس ساڑھے چھ بجا رہی تھی۔

فریدی شاید کہیں جانے کے لیے تیار تھا۔

"اب تم نخریلی عورتوں کی طرح اپنا غُصّہ پلنگ پر اُتارنے لگے ہو۔" فریدی اُسے تیز نظروں سے دیکھتا ہُوا بولا۔ "اچھا جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"مرنے کے لیے؟" حمید نے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

"جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔"

"آپ تشریف لے جایئے۔"

"لیڈی جہانگیر کے ہاں نہیں چلو گے؟"

"لیڈی جہانگیر کی..."

"شٹ اپ! نہیں بلکہ گٹ اپ۔"

"اب کیا مصیبت آ گئی؟" حمید زِچ ہو جانے والے انداز میں چیخا...

"اُٹھو۔" فریدی نے اُس کی گردن پکڑ کر اُٹھا دیا۔

حمید نے مُنہ دھو کر طوعاً و کرہاً کپڑے تبدیل کیے اور فریدی کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یک بیک فریدی کے خیالات کیوں تبدیل ہو گئے پھر خیال آیا کہ کہیں اُس نے محض اُسے چڑانے کے لیے لیڈی جہانگیر کا حوالہ نہ دیا ہو۔

"آخر جانا کہاں ہوگا؟" حمید نے راستے میں پُوچھا۔

"لیڈی جہانگیر عادل جی!"

"اب کیوں؟"

"میری خوشی..."

"لیکن میں نہیں جاؤں گا۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمھارا انکار کبھی وزن نہیں رکھتا۔"

حمید خُون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُسے سچ مچ غُصّہ آ گیا آج ہی فریدی اُسے لیڈی جہانگیر ہی کے معاملے میں کافی شرمندہ کر چکا تھا اور اب خود ہی اُسے کھینچے لیے جا رہا ہے۔ وہ اپنے انداز سے بے تعلقی ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

فریدی کی کیڈلک جہانگیر پیلیس کے سامنے رُک گئی جہانگیر پیلیس شہر کی عُمدہ ترین عمارتوں میں سے تھی۔ سر جہانگیر عادل جی کی موت کے بعد اُس کی ساری جائداد اس عمارت سمیت اُس کی نوجوان بیوی کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ وہ ایک بُوڑھا اور لاوَلد آدمی تھا۔ تیسری شادی کے دو ہی سال بعد اُسے موت نے آ دبایا۔ اور کسی قریبی عزیز کی عدم موجودگی کی بنا پر سارا ترکہ اُس کی بیوی کو ملا۔

مُلاقاتی کارڈ بھجوا کر فریدی بیرونی گیلری میں انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد لیڈی جہانگیر خود باہر آ گئی۔

"اوہ آیئے! آیئے!" وہ پُرجوش انداز میں بولی۔ "میں سمجھی تھی شاید آپ لوگ کسی مصلحت کی بنا پر یہاں آنا مناسب نہیں سمجھتے۔"

"یہ بات نہیں،" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "ہم لوگ حقیقتاً بہت مشغول تھے۔"

پھر وہ متعدد کمروں اور برآمدوں سے گزرتے ہُوئے ایک وسیع ہال میں پہنچے جو جدید طرز کے سامانِ آرائش سے بھرا ہُوا تھا۔ دیواروں پر سُنہرے فریموں میں قدِ آدم تصویریں آویزاں تھیں... ان میں زیادہ تر دُنیا کے مشہور ترین مصوّروں کے شاہکار تھے۔

اس وقت حمید کو لیڈی جہانگیر ایک بالکل ہی نئی شخصیت معلوم ہو رہی تھی۔ چہرے سے پژمُردگی کے آثار مِٹ چُکے تھے لباس اور رکھ رکھاؤ میں سلیقہ تھا لیکن وہ کچھ خائف ضرور نظر آ رہی تھی...

فریدی پیانو کے قریب کی کُرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر اچانک فریدی نے اُسے اپنے مخصوص قسم کے کھُردرے لہجے میں مخاطب کیا۔

"لیڈی جہانگیر..."

"ٹھہریئے!" وہ بات کاٹ کر بولی۔ "میرا نام افروز ہے۔"

"اوہ" فریدی یک بیک مُسکرا پڑا۔ "لیکن میں اتنی بے تکلّفی کی جسارت نہیں کر سکتا۔"

حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ "لیکن کم از کم میں تو... تکلّفات کا قطعی عادی نہیں۔"

"تب تو آپ یقیناً میرے ہم خیال ہیں۔" افروز حمید کی طرف پلٹ کر مُسکرائی پھر حمید کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہنے لگی۔ "یقیناً ہم لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں مگر میں اپنی فطرت سے مجبُور ہُوں۔ اخلاقیات کے بے جا ڈھونگ کی میں سرے سے قائل نہیں۔ لہٰذا نہایت صفائی سے عرض کرتی ہُوں... کہ میں لیڈی جہانگیر کے نام پر مخاطب ہونا پسند نہیں کرتی۔ مجھ میں ایک

کمزوری اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر میرے دل کی بات زبان تک نہ آسکی تو مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے۔"

"قدرتی بات ہے۔" حمید نے قائل ہوجانے والے انداز میں سر کو جنبش دی۔

"لیکن...." فریدی کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔" جب تک آپ دوسری شادی..."

"میں جانتی ہوں کہ میں اُس وقت تک لیڈی جہانگیر ہی رہوں گی۔" وہ فریدی کی بات کاٹ کر بولی۔

فریدی استفہامیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا جیسے اُس کے دوسرے جملے کا منتظر ہو لیکن اُس نے پھر وہ بات ہی اُڑا دی... وہ حمید کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کیا چوٹیں اُسی ہنگامے میں آئی تھیں؟"

"اچھی خاصی شکل بگڑ کر رہ گئی۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"میں تو سمجھا تھا کہ شاید انھیں قتل کر دیا گیا۔"

"کیوں....؟" افروز چونک کر بولی۔

"اکیلے بے دھڑک اُس جہنم غیر میں گھس گئے تھے بہت دلیر آدمی ہیں۔ انھوں نے کئی مواقع پر میری جان بچائی ہے اور اگر یہ حضرت وہاں نہ گھستے تو شاید مجرم آپ سے اپنی مطلب براری میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔"

"تو کیا انھیں وہاں میری موجودگی کا علم تھا؟" افروز نے تحیّر آمیز لہجے میں سوال کیا۔

حمید ملتجیانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا اور "ہاں" کہہ دینے کا اشارہ بھی کیا۔

"نہیں۔ انھیں شبہ تھا کہ وہ مجرموں کا اڈّہ ہے۔" فریدی نے کہا" اور آپ کا مل جانا محض اتفاق تھا۔"

"بہرحال میں آپ دونوں کی مشکور ہوں۔" افروز نے کہا اور حمید کی طرف کچھ ایسی نظروں سے دیکھا کہ وہ جماہی لینے کے بہانے مُنہ چھپانے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر افروز بولی۔" آپ لوگوں کو ٹینس سے تو ضرور... شوق ہوگا۔ کبھی ادھر بھی تشریف لایا کیجیے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ میرا لان بہت عمدہ ہے لیکن پھر بھی!"

"ضرور ضرور۔" فریدی نے کہا۔" خیر میں نے تو کبھی ٹینس کھیلی ہی نہیں۔ البتہ میرے دوست حمید صاحب بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔"

حمید کو فریدی کے اس سفید جھوٹ پر تاؤ آگیا۔ وہ اچھا کھلاڑی ہرگز نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیل کا تو قائل ہی نہیں تھا جس میں بہت زیادہ ہاتھ پیر ہلانے پڑیں۔ اُس کا خیال تھا کہ فرصت کے لمحات میں بھی جسم کو تکلیف دینا پرلے سرے کی حماقت ہے۔

"اوہ، تب تو آپ سے مل کر اور خوشی ہوئی۔" افروز نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بہت خوش مزاج اور لطیفہ گو ہیں۔" فریدی بولا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اُسے فریدی کے اُس وقت کے عجیب و غریب رویّے کا خیال آگیا۔ اُس نے کبھی کسی عورت سے اُس کی تعریف نہیں کی تھی لیکن اس وقت نہ جانے کیوں اُس کی خصوصیات گنوا رہا تھا۔

"ہاں تو لیڈی۔" فریدی چند لمحے خاموش رہ کر بولا" اوہ معاف کیجیے گا۔ بات یہ ہے کہ باتوں میں پڑ کر آپ سے ایک اہم بات دریافت کرنا بھول گیا۔"

"فرمایے...."

"کیا آپ اُن میں سے کسی مجرم کو شناخت کر سکتی ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے کہ نہیں۔ اُن میں سے کوئی چہرے پر سیاہ نقاب لگائے بغیر میرے سامنے نہیں آیا۔"

فریدی کی پیشانی پر پُر تشویش لکیریں اُبھر آئیں۔

"آپ کو کافی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔" ہو سکتا ہے کہ وہ پھر...."

"میں خود بھی یہی سوچتی ہوں۔" افروز پُر خیال انداز میں بولی۔

"کیا خیال ہے آپ کا، اگر میں اپنے ساتھ مسلح آدمی رکھوں۔"

"بہت اچھا خیال ہے۔ میں بھی یہی مشورہ دینے والا تھا۔"

فریدی مضطربانہ انداز میں کرسی پر پہلو بدلتا ہوا بولا پھر اُس کا ہاتھ بے خیالی میں پیانو پر جا پڑا اور سارے ہال میں ایک بے ہنگم سی جھنکار گونج اُٹھی۔

"مجھے افسوس ہے۔" وہ آگے کی طرف جھک کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" افروز نے قہقہہ لگایا۔ میں اُس کی نغمگی سے لطف اندوز ہوئی ہوں۔ کم از کم اُس نے ماحول کی یکسانیت تو ایک لحظ کے لیے دُور کر دی۔"

"آپ تو فلسفی معلوم ہوتی ہیں۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

واپسی پر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔" بیٹے حمید صاحب اگر یہ ہموار ہو جائے تو پھر کیا بات ہے۔"

"کیا مطلب؟" حمید چونک کر بولا۔

"میرے خیال سے تمھیں اس کی بیوگی سے زیادہ اُس کی

دولت میں دلچسپی لینی چاہیے۔"

"میں لال بجھکڑ نہیں ہوں۔" حمید نے اُس کی گول مول باتوں سے تنگ آکر کہا۔

"میں نے اُس عورت کو تمہارے لیے پسند کیا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس لیے نہیں کہ وہ خوبصورت ہے۔ محض اس لیے کہ کثیر دولت کی مالک ہے۔"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ "کوئی مصلحت؟"

"قطعی نہیں۔" فریدی کے لہجے میں معصومیت تھی۔ "واقعی یہ تمہارے لیے ایک بہتر بیوی ثابت ہوگی۔"

"اُلّو نہ بنایئے مجھے۔" حمید اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"نہیں حمید۔ اُسے پھانسو۔"

"آج میں پہلی بار آپ کی زبان سے اتنا بازاری جملہ سن رہا ہوں۔" حمید نے تحیّر آمیز لہجے میں کہا۔

"لفظ پھانسو بھی میں نے اُس کی دولت ہی کے سلسلے میں استعمال کیا ہے۔"

حمید کی حیرت بڑھتی ہی جارہی تھی کیونکہ وہ فریدی سے اس قسم کے سوالات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

☆

جہانگیر پیلس کا وسیع ہال برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ آرکسٹرا کی ہلکی دھنیں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ آج یہاں نوروز کی دعوت کے سلسلے میں ایک عظیم الشان بال منعقد ہونے والا تھا۔ شہر کے اعلا طبقے کے لوگ مدعو کیے گئے تھے۔ ان میں فریدی اور حمید بھی تھے۔ ان دونوں کے داخل ہوتے ہی اکثر اطراف سے انگلیاں اُٹھنے لگی تھیں۔ شہر کے اُونچے طبقے کے بیشتر لوگ فریدی سے اچھی طرح واقف تھے اور اس سے متعارف ہونے کے متمنی رہا کرتے تھے۔ خوبصورت مردوں سے فلرٹ کرنے والی امیر لڑکیاں تو خاص طور پر اُس کی طرف توجہ دیتی تھیں لیکن وہ اُن کی طرف سے کچھ اس طرح بے نیازی ظاہر کرنے کا عادی ہوگیا تھا جیسے وہ خود بھی اُنھیں کی جنس سے تعلق رکھتا ہو...

اس دعوت میں شرکت کے اہتمام کے سلسلے میں حمید نے تو ریکارڈ ہی توڑ دیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ غسل خانے سے برآمد ہوا تھا اور پھر اُس نے دو ہی گھنٹے لباس کے انتخاب اور استعمال میں صرف کیے تھے۔ اس دوران میں لیڈی جہانگیر سے اُس کی گاڑھی چھننے لگی تھی لیکن معاملات ابھی تک محض دوستی ہی کے دائرے میں تھے۔ حمید کو فریدی کا یہ خیال قطعی لغو معلوم ہونے لگا تھا کہ وہ ایک آوارہ عورت ہے۔ حمید نے اُس کے ساتھ کئی راتیں نائٹ کلبوں اور رقص گاہوں میں گزاری تھیں لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات اُس کے مشاہدے میں نہیں آئی تھی جس کی بنا پر وہ اُسے آوارہ کہہ سکتا۔ اُس کا ہر ملنے والا اُس سے عزت اور تکریم سے پیش آتا تھا۔ حالانکہ اُس کے ملنے والوں میں سبھی جوان اور اُس کے ہمعصر تھے لیکن حمید نے اُن میں سے کسی کی آنکھوں میں اُس کے لیے جنسی بھوک نہیں دیکھی تھی۔

فریدی اس دوران میں بہت زیادہ مصروف رہا تھا لیکن اُس نے اپنی مصروفیت کے متعلق کوئی ڈھنگ کی بات حمید کو نہیں بتائی۔ اِدھر کچھ دنوں سے ان عجیب و غریب وارداتوں کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا تھا لیکن پچھلی لاشوں کے سلسلے میں ابھی تک اخبارات میں بیانات شائع ہو رہے تھے اور شہر میں کافی سنسنی تھی۔ حمید بدستور اُس ملبوترے چہرے والے کی تلاش میں تھا اور ابھی تک وہ اس بات کا بھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دوبارہ مل جانے کی صورت میں وہ اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔

آرکسٹرا کی گت بند ہوگئی اور ہال میں صرف قہقہے سنائی دیتے رہے۔ ہلکی ہلکی نسوانی چیخیں گونجتی رہیں۔ ابھی پہلا راؤنڈ شروع نہیں ہوا تھا۔ رقص سے پہلے جمناسٹک کا پروگرام تھا... دو ماہرِ فن چینیوں اور اُن کے ساتھ ایک خوردسال لڑکے نے محیّر العقول کرتب دکھانے شروع کیے۔ ہال تالیوں اور تحسین آمیز شور سے گونجتا رہا۔

ایک گھنٹے بعد رقص شروع ہوا۔ لیڈی جہانگیر اس وقت قریب قریب سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پہلے راؤنڈ میں وہ اپنی ہی قوم کے ایک نوجوان کے ساتھ ناچتی رہی۔ حمید ایک اینگلو انڈین لڑکی کا ہم رقص تھا اور فریدی... اُس نے تو ایسی حرکت کی تھی کہ رقص کرنے والے بہتیرے نوجوان جوڑے اب تک اُس پر ہنس رہے تھے۔ وہ ایک ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ ناچ رہا تھا۔

"تمہارا ساتھی بڑا ستم ظریف ہے۔" حمید کی ہم رقص اُس سے بولی۔

"ستم رسیدہ بھی ہے۔" حمید نے پُرخواب آنکھوں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"کیوں...؟"

"بچپن ہی میں ماں کے سائے سے محروم ہوگیا تھا۔" حمید

ہنس کر بولا۔" اسی لیے اسے بوڑھی عورتیں زیادہ پسند آتی ہیں۔"

"اُس کی آنکھیں!" ہم رقص تھوک نگلتی ہوئی بولی۔ "اس کی آنکھوں میں کیا ہے۔ میں اُس سے آنکھیں نہیں ملا سکتی۔ میرا خیال ہے کوئی عورت اُس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی۔"

"میں اسے سیاہ عینک استعمال کرنے کا مشورہ دوں گا۔" حمید اپنی گرفت قدرے مضبوط کرتا ہوا بولا۔ ہم رقص کی پیشانی اُس کے شانے پر تھی۔

"میں نے تمہیں ایک بار ہائی سرکل نائٹ کلب میں دیکھا تھا۔" ہم رقص گنگنائی۔

"ایک کیا۔ سینکڑوں بار دیکھا ہوگا۔"

"میں تو وہاں صرف ایک ہی بار جا سکی ہوں۔"

"میرے ساتھ روز چلا کرو۔"

پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا۔ لوگ گیلری میں لگی ہوئی میزوں پر آ بیٹھے۔ میزوں پر ہر قسم کی کاک ٹیل موجود تھی۔ حمید تنہا رہ گیا تھا۔ اُس کی ہم رقص کسی دوسری میز پر چلی گئی تھی۔ فریدی اپنی ادھیڑ عمر ہم رقص کے ساتھ حمید کی میز پر آ بیٹھا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ دوسرے راؤنڈ میں بھی اُسی کے ساتھ رقص کرے گا۔

"مادام فلوبیٹر۔" فریدی نے حمید سے تعارف کرایا۔ "اور یہ میرے ساتھی مسٹر حمید۔"

دونوں نے رسمی جملے دُہرائے۔

"لیڈی جہانگیر نے بڑی اچھی کاک ٹیل مہیا کی ہے..." ادھیڑ عمر عورت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

"ہم دونوں کاک ٹیل پی کر ہمیشہ نزلے زکام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"عجیب بات ہے۔" عورت نے کہا اور اپنا گلاس بھرنے لگی۔

اتنے میں لیڈی جہانگیر آ گئی۔

"آپ لوگ نہیں پی رہے ہیں۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی...

"ہم لوگ اس وقت صرف کافی پینے کے عادی ہیں۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ لوگ شراب پیتے ہی نہیں۔"

"ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو۔"

"ٹھہریے میں کافی منگواتی ہوں۔"

"تکلیف کی ضرورت نہیں۔" فریدی نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور حمید نے لیڈی جہانگیر کی جھرجھری محسوس کر لی۔

"تکلیق تی... تکلیف کی کیا بات۔" لیڈی جہانگیر تھوک نگلتی ہوئی بولی پھر اُس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کو کہا۔

"اس شہر میں آپ سے زیادہ سلیقہ مند عورت مجھے نظر نہیں آئی۔" فریدی کی ہم رقص لیڈی جہانگیر سے بولی۔

"نہیں تو... میں تو بالکل گنوار ہوں۔" لیڈی جہانگیر نے قہقہہ لگایا۔

"اس قسم کی کاک ٹیل میں نے زندگی میں ایک ہی بار پی تھی۔" مادام فلوبیٹر نے کہا۔

"ڈچیز آف واگھان کی کاک ٹیل پارٹی میں اسپین والوں کا... سلیقہ بھی اس سلسلے میں مشہور ہے لیکن میں نے وہاں بھی ایسی کاک ٹیل نہیں چکھی۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کا پیشہ۔" لیڈی جہانگیر فریدی کی طرف مخاطب ہو گئی۔ "آپ کو شراب نوشی سے باز رکھتا ہے۔"

"ضروری نہیں۔ بس یونہی پینے کو دل نہیں چاہتا۔"

"حالانکہ میں تھوڑی بہت پیتی ہوں۔" لیڈی جہانگیر نے کہا۔ "لیکن نہ جانے کیوں مجھے وہ لوگ بہت پسند ہیں جو نہیں پیتے۔"

"میں بھی نہیں پیتا۔" حمید آہستہ سے بولا اور لیڈی جہانگیر ہنسنے لگی۔

"واقعی حمید صاحب بہت زندہ دل آدمی ہیں۔"

کافی آ گئی اور لیڈی جہانگیر اُٹھ کر دوسرے مہمانوں کی میز پر جا بیٹھی۔

فریدی کی ہم رقص بھی اُٹھنے لگی۔

"میں دوسرے راؤنڈ کے لیے بھی آپ ہی سے استدعا کروں گا۔" فریدی نے اُس سے کہا۔ مادام فلوبیٹر ایک لمحے اُسے میٹھی نظروں سے دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔ "راؤنڈ شروع ہوتے ہی آ جاؤں گی۔"

حمید اُس کے جانے کے بعد تحقیر آمیز انداز میں مسکرانے لگا...

"حقیقتاً آپ نے اپنی زندگی برباد کر لی ہے۔" اُس نے کہا۔

"لیکن میں نے کبھی تمہیں اس کی رائے نہیں دی۔"

"یہاں کئی خوبصورت لڑکیاں آپ کی ہم رقص بننے کی متمنی نظر آ رہی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

"لیکن آج میں اس کی وجہ پوچھ کر ہی رہوں گا۔"

"کس کی وجہ...؟"

"میں شروع ہی سے اس بات کا اندازہ لگا رہا ہوں... کہ آپ ایسے موقعوں پر زیادہ تر بوڑھی عورتوں کو تلاش کرتے ہیں؟"

فریدی مسکرا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"بتایئے نا؟" حمید نے پھر کہا۔

"پہاڑی ندیوں کو کبھی کبھی آبشار بھی کہتے ہیں۔" فریدی بولا۔

"پانچویں درجے کی جغرافیہ کی کتاب میں میں نے بھی یہی پڑھا تھا لیکن میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔"

"کسی فلمی رسالے کے سوال و جواب کے ایڈیٹر سے رجوع کرو..."

"لو لیجے..."

"پہلا ہی جواب ٹھیک ہے۔"

"آپ کو بتانا پڑے گا۔"

"میں مجرد آدمی ہوں نا۔" فریدی اکتا کر بولا۔ "کسی ایسی عورت کے ساتھ رقص نہیں کرسکتا"

"تو لنگوٹی باندھ کر کسی برگد کے درخت کے نیچے دھونی... رمایئے کسی رقص گاہ میں آپ کا کیا کام۔"

"فرزند... میں یہاں تفریحاً نہیں آیا۔"

"کیا مطلب...؟"

"مطلب یہ کہ اسی بھیڑ میں وہ لمبوترے چہرے والا بھی موجود ہے۔"

"کہاں؟" حمید بے ساختہ کھڑا ہوگیا۔

"تشریف رکھیے! بوکھلاہٹ مجھے پسند نہیں۔"

"میں سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ بچ کر نکل گیا..."

"بکومت۔" فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا دیا... "تمھارے فرشتے بھی اسے نہیں پہچان سکتے۔"

"میرے فرشتے اتنے بدھو نہیں۔"

"اچھا تو جاؤ ڈھونڈ ہی لو اسے۔" فریدی کرسی کی نشست سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔

"کیا وہ اس وقت یہیں ہال میں موجود ہے؟"

"قطعی...!"

حمید نے پورے ہال کا چکر لگا ڈالا لیکن لمبوترے چہرے والا کہیں نہ ملا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" واپسی پر اس نے فریدی سے کہا۔

"میں قطعی سنجیدہ ہوں۔"

"تو پھر بتایئے نا... کہ کہاں ہے؟"

"پہلے تم وعدہ کرو کہ ہاتھ پیر قابو میں رکھو گے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں وعدہ نہیں کرسکتا۔" حمید بولا۔

"تو پھر مجبوری ہے۔"

"آپ بھی نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" حمید جھنجلا کر بولا۔ "اس میں مجبوری کی کیا بات..."

"میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں اس کی موجودگی کا کیا مطلب ہوسکتا ہے..."

"تو یہ اتنا الجھا ہوا معاملہ ہے کہ آپ کو باقاعدہ دیکھنا پڑے گا؟" حمید بگڑ کر بولا۔

"آہستہ فرزندِ من!" فریدی اس کا شانہ تھپ تھپاتے ہوئے بولا۔ "زیادہ بدحواسی اچھی نہیں۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا... کہ وہ لیڈی جہانگیر کو دوبارہ پکڑنا چاہتا ہے۔"

"ظاہر ہے۔"

"اس لیے اس نے اتنا شاندار میک اپ کیا ہے۔" فریدی زہرخند کے ساتھ بولا۔ "اور وہ اتنی بھیڑ میں اسے اغوا کرے گا۔"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں فی الحال صرف سوچنا چاہتا ہوں۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"تو سوچیے!" حمید نے کہا اور پیر پٹخ کر کھڑا ہوگیا۔ اسے الجھن ہو رہی تھی۔ آج کئی دنوں کے بعد فریدی چونکا تھا ورنہ اس دوران میں اس نے ایک بار بھی ان واقعات کا تذکرہ نہیں کیا تھا حالانکہ کئی اخبارات نے محکمہ سراغرسانی پر طنز بھی کیے تھے۔ ایسے مواقع پر فریدی خاص طور پر چاق و چوبند نظر آنے لگتا تھا لیکن اس بار ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ایک کان سے نکل کر دوسرے کان سے اڑا دینے والے محاورے کو سچ مچ عملی جامہ پہنا رہا ہو۔

اور اب اس وقت اچانک اس نے پھر کروٹ بدلی تھی۔ حمید چند لمحے کھڑا اسے گھورتا رہا پھر بیٹھ گیا۔

"جاؤ پھر تلاش کرو۔" فریدی کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل رہی تھی...

"آپ سے خدا ہی سمجھے۔" حمید نے بیزاری سے کہا اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

دوسرے راؤنڈ کے لیے موسیقی شروع ہوگئی تھی۔ لوگ آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے۔ اتنے میں لیڈی جہانگیر حمید کے

قریب سے گزری۔

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں؟" حمید نے اُس سے کہا...

"ضرور ضرور" وہ ہنس کر بولی... "لیکن میں دو منٹ بعد حاضر ہو سکوں گی۔ ابھی تک جنجر کی بوتلیں نہیں آئیں۔ کچھ کم پڑ گئی ہیں..."

وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ فریدی کی معمر ہم رقص آ گئی تھی۔ فریدی اُسے بازوؤں میں لے کر رقاصوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا...
حمید میز پر ٹِک کر اپنا پائپ سُلگانے لگا۔

آرکسٹرا "NANGHTY BOY!"

بجا رہا تھا اور کئی جوڑوں نے اس پر عمل بھی شروع کر دیا تھا۔ حمید کی نظریں فریدی کو ڈھونڈنے لگیں... اور پھر جیسے ہی وہ اُسے دکھائی دیا حمید اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ اُس کی بوڑھی ہم رقص بار بار اُس کی طرف اپنے بڑھا رہی تھی اور وہ کچھ اِس طرح کے منہ بنا رہا تھا جیسے اُسے اُبکائیاں آ رہی ہوں۔

حمید کی نظر برابر اُن کا تعاقب کر رہی تھی۔ ایک بار تو اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے دونوں زمین پر آ رہیں گے۔ وہ بے تحاشا ہنس رہا تھا۔ اتنے میں لیڈی جہانگیر آ گئی۔

"خیریت؟" وہ حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ حمید نے فریدی کی طرف اشارہ کیا اور وہ ہنسنے لگی۔

"اتنا عجیب و غریب آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" لیڈی جہانگیر نے کہا۔ "میں نے پہلے بھی ان کے تذکرے سُنے تھے۔ حمید صاحب اس شہر میں یہ تنہا آدمی ہیں جن کے متعلق اُونچے طبقے کی عورتیں اور لڑکیاں بہت زیادہ باتیں کرتی ہیں۔ اتنا دولت مند آدمی اور ایک معمولی انسپکٹر۔ اتنا حسین... اور صحت مند آدمی پھر بھی جوان عورتوں کی دوستی کا خواہش مند نہیں۔ آج ساری لڑکیاں اس کی ہم رقص بننے کی متمنی تھیں۔"

"کیا آپ کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی...؟" حمید نے پوچھا۔

"قدرتی بات ہے۔"

"تو آئیے میں بھی ان سے کم عجیب نہیں ہوں۔" حمید اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے رِنگ کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ "میری عمر ایک سو ستّر سال ہے پھر بھی میں پچیس سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہوتا۔ میں نے نقلی دانت نکلوا کر اصلی دانت لگوائے ہیں۔ ایک بندر سے غدودوں کا تبادلہ کیا ہے بندر تندرست اور بخیریت ہے۔ البتہ میں آج کل درختوں پر چڑھنے کی مشق کر رہا ہوں اور بندر نے کوئلے کا بیوپار کر لیا ہے۔"

لیڈی جہانگیر دُہری ہوئی جا رہی تھی۔ حمید کی گرفت مضبوط ہو گئی اور وہ آہستہ سے بولا۔ "کیا میں کم عجیب ہوں لیکن پھر بھی اتنا عجیب نہیں ہوں کہ کسی بوڑھی عورت کو ہم رقص بنا کر جوان عورتوں کی توہین کروں۔"

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔" لیڈی جہانگیر مسکرا کر بولی۔ "اُس وقت بہتیری جوان عورتیں زخمی ناگنوں کی طرح بَل کھا رہی ہیں..."

"کیا کسی جوان عورت سے اُن کی دوستی نہیں؟" لیڈی جہانگیر نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن نہ جانے کیوں آپ کی طرف بہت شدت سے جھک رہے ہیں۔"

"اوہ... آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو وہ کم از کم ایک بار ضرور مجھ سے رقص کی درخواست کرتے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسی عورت کے ساتھ آخر تک رقص کرتے رہیں گے۔"

"چھوڑیئے ان کا تذکرہ۔ اتنے عرصے سے میرا اُن کا ساتھ ہے لیکن میں بھی اب تک انھیں نہیں سمجھ سکا۔ اور..."

حمید کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا کہ دفعتاً ہال کے سارے قمقمے بجھ گئے اور ساتھ ہی حمید کے جبڑے پر ایک گھونسہ پڑا... اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے لیڈی جہانگیر کو گھسیٹ لیا تھا۔ ہال میں متواتر چیخیں گونجنے لگیں پھر حمید نے اندھیرے میں لیڈی جہانگیر کی چیخ صاف پہچانی... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اندھیرے میں کسی کے ریوالور سے شعلہ نکلا... اور سارا ہال دھماکے سے گونج اُٹھا۔ چیخیں اور تیز ہو گئیں۔ عجیب انتشار اور بے چینی پھیل گئی تھی اور پھر اس پر سے اندھیرا۔ حمید دیوانہ وار دوسروں سے ٹکراتا پھر رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں لمبوترا چہرہ ناچنے لگا تھا۔ اگر اس وقت اُسے فریدی مل جاتا تو وہ نہ جانے کتنی صلواتیں سُنا کر رکھ دیتا۔

پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں اندھیرے میں چمکنے لگیں۔ لوگ ابھی تک چیخ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہال میں پھر روشنی ہو گئی اور حمید نے ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ ہال کے فرش پر کئی عورتیں بے ہوش پڑی تھیں اور بہتیری

کھڑی چیخ رہی تھیں۔ کسی کا ہار گم ہوا تھا اور کسی نے بالوں کے جڑاؤ کلپ... حمید لیڈی جہانگیر کو تلاش کر رہا تھا۔

▼ ▼

حمید فریدی کو بھی ڈھونڈ رہا تھا۔ پوری بلڈنگ میں زلزلہ سا آ گیا تھا۔ لیڈی جہانگیر کے ملازمین بدحواسی میں اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ انھیں بھی لیڈی جہانگیر کے غائب ہو جانے کا حال معلوم ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لیڈی جہانگیر مل گئی۔ وہ پائیں باغ کے پھاٹک پر بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور بال بے ترتیبی سے اُس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔

کسی نے ڈاکٹر کو فون کر دیا تھا اور ساتھ ہی پولیس کو بھی... پولیس والے اور ڈاکٹر ساتھ ہی پہنچے۔

فریدی کا اب تک کہیں پتہ نہ تھا۔

پولیس انسپکٹر حمید کو پہچان کر اُس کی طرف بڑھا۔

"میں یہاں موجود تھا لیکن ہنگامے کی وجہ سے میں بھی اُتنا ہی بے خبر ہوں جتنے کہ آپ۔" حمید نے کہا۔

پھر اُس نے سارے واقعات بتا کر کہا۔ "لیڈی جہانگیر میری ہم رقص تھی۔"

"اور اُسی وقت یہ حادثہ پیش آیا۔" سب انسپکٹر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"تم صرف رپورٹ لکھ کر واپس جا سکتے ہو۔" قریب ہی سے آواز آئی۔

دونوں چونک کر پلٹے۔ فریدی اپنے ہونٹوں سے سگار نکال رہا تھا۔

"بے ہوش عورتوں کے بیانات لو۔" اُس نے کہا اور اُن عورتوں کے بھی جن کے زیورات چھینے گئے ہیں۔"

"بہت بہتر۔" سب انسپکٹر نے آہستہ سے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

حمید فریدی کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"آخر نکل گیا نہ وہ۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"میں اُسے پکڑنے کے لیے تو نہیں آیا تھا۔" فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا یہ ایک بدنما داغ نہیں کہ ہماری موجودگی میں...؟"

"ہم فرشتے تو نہیں۔"

"افروزہ زخمی ہو گئی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

"پھر بھی آپ...؟"

"تو آپ ہی جا کر ہاتھ پیر ماریے نا۔" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔ "میں تو نکما ہو گیا ہوں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔" حمید مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ چند لمحے فریدی کو تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا... جہاں سب انسپکٹر بیانات لے رہا تھا۔

بے ہوش عورتیں ہوش میں آ چکی تھیں۔ اُن کی بھی کوئی چیز غائب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے اُن کی بے ہوشی کی وجہ ڈر بتائی تھی۔ لیڈی جہانگیر کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اُس کی پیشانی کے زخم کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ اُس نے حمید کو الگ بلا کر کہا۔

"میں سب کے سامنے اپنا بیان نہیں دوں گی۔"

"کیوں...؟"

"بات ہی ایسی ہے۔ سب کے سامنے ذلیل ہونا نہیں چاہتی..."

حمید استفہامیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آج بھی کچھ لوگ مجھے اُٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"اوہ۔" حمید بے چینی سے بولا۔ "کسی کو پہچانا آپ نے؟"

"نہیں۔"

"اپنے سب مہمانوں کو پہچانتی ہیں آپ؟"

"نہیں۔ کیوں...؟"

"میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اُن میں سے کون کون غائب ہے..."

"تو کیا مہمان..."

"جی ہاں... بہت ممکن ہے کہ مجرم مہمانوں میں مل گئے ہوں..."

"ہو سکتا ہے۔ میں بہتیرے مہمانوں کو نہیں پہچانتی۔ کیونکہ میں نے سر جہانگیر کے وقت کی فہرست کے مطابق دعوتی کارڈ جاری کیے تھے۔"

سب انسپکٹر سب کے بیانات قلم بند کر چکنے کے بعد لیڈی جہانگیر کی طرف متوجہ ہوا۔ ساری عورتیں آج کی دعوت کو بُرا بھلا کہہ رہی تھیں۔ لوٹے ہوئے زیورات کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ تھا۔ پورا ہال ایسا لگ رہا تھا جیسے اُس پر وحشیوں کی کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ مہمان ابھی تک موجود

تھے اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ ان میں سے کئی محکمہ سُراغرسانی کو بھی بُرا بھلا کہہ رہے تھے کیونکہ محکمے کے دو... بہترین افراد کی موجودگی میں یہ سب کچھ ہُوا تھا!

اُس کی خواہش کے مطابق لیڈی جہانگیر کا بیان علیحدہ کمرے میں لیا گیا جہاں صرف حمید اور سب انسپکٹر تھے۔

پھر دوسرے مہمانوں سے بھی پُوچھ گچھ کی گئی۔ لیڈی جہانگیر کے مُلازموں کے بیانات قلم بند کیے گئے۔ ان میں سے چار کو حراست میں بھی لیا گیا۔ حالانکہ لیڈی جہانگیر اُن کی نیک چلنی کی ضمانت دے رہی تھی۔

فریدی سب سے الگ تھلگ پیانو پر کہنیاں ٹیکے مجمعے کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید نے کئی بار اُس کی طرف دیکھا لیکن اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ پائی۔ صرف اُس کی عقابی آنکھیں متحرک تھیں جسم اس طرح ساکت تھا جیسے اُس نے کبھی حرکت ہی نہ کی ہو۔

دفعتہً سب انسپکٹر اُس کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔

" اگر اجازت ہو... تو ان سب کی جامہ تلاشی لی جائے۔"

" تمھاری مرضی، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فریدی نے کہا اور جیب سے نیا سگار نکال کر سُلگانے لگا۔

سب انسپکٹر نے معذرت کے ساتھ مجمعے کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ لوگوں کے چہرے بگڑ گئے کیونکہ وہ سب ذی حیثیت تھے لیکن مجبوری۔ ان میں بعض بلند آواز میں پولیس والوں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے لیکن اُن کے احتجاج کے باوجود بھی کارروائی شروع کر دی گئی۔ حمید پھر جھلا کر فریدی کی طرف بڑھا...

" کیا وہ ابھی تک یہاں موجود ہے؟" اُس نے پُوچھا۔

فریدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" پھر آخر آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ مجھے بتایئے وہ کون ہے۔"

" تلاش کر لو۔"

حمید پیر پٹختا ہُوا ہال سے باہر نکل آیا۔ غصّے میں اسے راستے کا بھی دھیان نہ رہا اور وہ ایک غلط راہداری میں آنکلا اور پھر اپنے اندازے کے مطابق راہداری کے اختتام پر داہنی طرف مُڑ گیا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

دفعتہً تاریکی کے احساس نے اُسے چونکا دیا۔ وہ نہ جانے کدھر نکل آیا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا لیکن یہ بھی کوئی راہداری ہی تھی کیونکہ زمین پر بچھی ہوئی چٹائیوں کی وجہ سے خود اُسے اپنے قدموں کی چاپ نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ وہ واپسی کے لیے مُڑا ہی رہا تھا کہ کسی نے تیز قسم کی سرگوشی کی۔ " ٹھہرو...!"

آواز دُور سے آئی تھی لیکن اُس کی گُونج صاف بتا رہی تھی کہ بولنے والا راہداری ہی میں ہے۔ حمید رُک گیا مگر دوسرے ہی لمحے میں اُسے معلوم ہو گیا کہ مخاطب وہ خود نہیں تھا بلکہ کوئی اور کیونکہ وہ اب دو آدمیوں کی سرگوشیاں اپنے قریب ہی سُن رہا تھا۔

" پھاٹک پر بھی پولیس موجود ہے۔"

" پھر...؟"

حمید دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا اور اپنی پھُولتی ہُوئی سانس کی آوازوں کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔ ہال سے وہ شدید غصّے کی حالت میں نکلا تھا اور پھر اُس پر تیز رفتاری... اُس کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں۔

" تلاشیاں شروع ہو گئی ہیں۔" آواز پھر سُنائی دی۔

" میں نکل جاؤں گا۔" دوسری آواز آئی۔

" اگر پکڑے گئے تو... وہ دونوں مردُود بھی موجود ہیں۔"

حمید ہونٹ بھینچ کر سر ہلانے لگا۔

" تو پھر بتاؤ نا...؟"

" کیا بتاؤں؟"

" تم اُلّو ہو۔ میں چہار دیواری پھلانگ کر نکل جاؤں گا... یہاں کہیں چھُپانا ٹھیک نہیں۔"

" تم جاؤ..."

پھر حمید کے قریب سے دو سایے گزر گئے۔ حمید اندازاً چلتا رہا۔ زمین پر میٹنگ ہونے کی وجہ سے قدموں کی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ دوسری راہداری کے سرے پر کسی کمرے کی روشنی پڑ رہی تھی۔ حمید نے وہاں دونوں کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھی وہ تیزی سے قدم بڑھانے لگا پھر اُس نے انھیں پائیں باغ میں اُترتے دیکھا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ البتہ تاروں کی چھاؤں میں اُسے دو سایے دکھائی دے رہے تھے۔ حمید مہندی کی باڑھ... کی آڑ لیتا ہُوا اُن کا تعاقب کر رہا تھا لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے گا۔ وہ چیز جسے چھُپانا چاہتے تھے نہ جانے اُن میں سے کس کے پاس تھی۔ اگر وہ اُن سے بھڑ گیا تو ممکن ہے... ایک تو نکل ہی جائے اور اگر وہ "ایک" وہی ہُوا جس کے پاس وہ چیز موجود ہو تو ساری محنت اکارت جائے گی۔ اس وقت اُس کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا۔ اگر وہ ہال تک جا کر وہاں سے مدد لانے کی کوشش کرتا تو وہ نکل ہی جاتے۔

وہ دونوں چہار دیواری کے نیچے پہنچ چکے تھے پھر ان میں سے ایک زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرا اس کے کاندھے پر پیر رکھ ہی رہا تھا کہ حمید بے اختیار چیخ پڑا۔ "خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

دونوں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" حمید نے پھر للکارا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں اس کا فاؤنٹین پن تھا۔ اسے توقع تھی کہ وہ اندھیرے میں دور سے پستول کی نال ضرور معلوم ہوگا۔ دونوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے...

حمید آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کی آنکھیں کافی دیر سے اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ ان دونوں میں سے ایک نے وہیں کوئی چیز گرائی تھی جسے حمید نے صاف دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک بولا۔

"کہاں بھاگ رہے تھے؟" حمید نے گرج کر پوچھا۔

دونوں خاموش رہے۔

"داہنی طرف مڑو۔" حمید نے کہا۔ "اور چل پڑو۔ کوئی حرکت کی تو بھیجا صاف۔"

دونوں چلنے لگے۔ حمید تیزی سے دیوار کے قریب آیا۔

"چلتے جاؤ۔" اس نے پھر للکارا۔ گھاس پر پڑی ہوئی پوٹلی اس کے ہاتھ آ گئی تھی...

"بائیں مڑو۔" وہ حلق کے بل چیخا۔ پوٹلی کچھ وزنی تھی۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

"وہ مارا!" اس نے دل ہی دل میں کہا اور پھر وہ اس ڈرامائی وقوعے کے متعلق ہوائی قلعے بنانے لگا۔ جس سے فریدی کو دوچار ہونا تھا۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر اس نے ان دونوں کو پولیس کانسٹیبلوں کے حوالے کر دیا اور انہیں فاؤنٹین پن دکھاتے ہوئے بولا۔ "دیکھو۔ یہ رہا پستول۔" پھر وہ قہقہے لگاتا ہوا اندر چلا گیا... وہ سوچ رہا تھا کہ جس طرح فریدی آہستہ آہستہ بات بنا کر دوسروں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ اس وقت وہ بھی وہی طریقہ اختیار کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے گرفتار شدگان کو اندر لے جانے کے بجائے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ حمید حقیقتاً احمق نہیں تھا لیکن اس وقت اس پر داد خواہی کا بھوت سوار تھا اور ظاہر ہے کہ اسے یہ داد ان عورتوں کی طرف سے ملتی جن کے زیورات لوٹے گئے تھے۔ لہٰذا اس کا اپنی کھوپڑی کی حدود سے نکل جانا برحق تھا۔ اس نے جلدی میں ان دونوں کی شکلیں تک دیکھنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔

ہال میں ابھی تک لوگوں کی جامہ تلاشی لی جا رہی تھی اور حمید نے فریدی کو بدستور پیانو ہی پر پایا۔ وہ پہلے ہی کی طرح اپنی دونوں کہنیاں پیانو پر ٹیکے مجمعے کا جائزہ لے رہا تھا۔

حمید نے زیورات کی پوٹلی اس کے سامنے ڈال دی... اور جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے چونک کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ نہ جانے کیوں اس کے جسم کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اور سر سے پیر تک ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی چلی گئی تھی۔ وہ فریدی کی آنکھیں تھیں یا کسی خوفناک درندے کی۔ اس نے حمید کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر اس کی نظریں جواب طلب انداز میں اس کے چہرے پر جم گئیں۔

"لٹے ہوئے زیورات۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"کہاں سے ملے...؟"

"دو آدمیوں کے پاس سے برآمد کیے۔ وہ حراست میں ہیں۔"

"آہم... اچھا۔" فریدی نے ایک طویل انگڑائی لی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ گہری نیند سے چونک کر اٹھا ہو پھر اس نے سب انسپکٹر کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھہریئے۔" مجمعے پر سناٹا چھا گیا۔

"لوٹا ہوا مال برآمد کر لیا گیا ہے۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

ایک لمحے خاموشی رہی پھر ہال میں تیز قسم کی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ لٹی ہوئی عورتیں بے تحاشا پیانو کی طرف لپکیں۔

"مجھے افسوس ہے۔" فریدی نے ان سے کہا۔ "عدالتی کارروائی/ شناخت سے قبل نہ تو یہ آپ کو واپس مل سکیں گی اور نہ دکھائے ہی جائیں گے۔"

اس دوران میں بھی اس کی نظریں مجمعے ہی کی طرف رہیں۔

عورتیں بڑبڑاتی ہوئی واپس جا رہی تھیں اور فریدی کے رویے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے اس کے کانوں تک ان کی آوازیں پہنچ ہی نہیں رہی ہیں۔

"ٹھہریئے۔" ایک بار پھر فریدی کی آواز گونجی۔ "آپ... جو باہر جا رہے ہیں۔"

حمید کی نظریں بے ساختہ اس طرف اٹھ گئیں جدھر فریدی نے اشارہ کیا تھا۔ ایک آدمی دروازے میں کھڑا فریدی کو گھور رہا تھا یہ ایک ادھیڑ عمر کا توانا اور تندرست آدمی تھا۔ حمید اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ یہ شہر کے ایک مشہور نائٹ کلب کا منیجر مسٹر ڈالے تھا۔

"آپ کس کی اجازت سے باہر جا رہے تھے؟" فریدی اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ابھی کوئی اور جھنجھٹ باقی ہے؟" اس نے حقارت آمیز

لہجے میں کہا۔

"صرف ایک اور" فریدی نے اُس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہُوا جیسے اُس نے بالوں سمیت اُس کے چہرے کی کھال کھینچ لی ہو۔ خصوصًا حمید کی آنکھوں کے سامنے تو بجلی سی چمک گئی اور اُس کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔

"لمبوترا چہرہ..."

دوسرے لمحے وہ اُچھل کر اُس پر جا پڑا۔ دونوں گُتھے ہُوئے زمین پر آ رہے۔ کبھی حمید اُوپر نظر آتا تھا اور کبھی وہ... لوگ بدحواسی میں اُن کے گرد اکٹھا ہوتے جا رہے تھے۔ لمبوترے چہرے والا لڑنے سے زیادہ نکل بھاگنے کی فکر میں تھا مگر حمید جونک کی طرح لپٹ کر رہ گیا تھا۔ آخر کار پولیس والوں نے اس جدّوجہد کا خاتمہ کر دیا۔

لمبوترے چہرے والے کو ہتھکڑیاں لگائی جا رہی تھیں اور فریدی کی نظریں اب بھی کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

حمید نے پھر آگے بڑھ کر لمبوترے چہرے والے کے مُنہ پر ایک تھپّڑ رسید کر دیا۔ پُورے ہال میں شاید ہی کوئی ایسا چہرہ رہا ہو جس پر حیرت کے آثار نہ ہوں۔ مسٹر ڈالے کے قریبی دوست آسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص جسے وہ سالہا سال سے ڈالے کی شکل میں دیکھتے آئے تھے اُن کے سامنے اجنبیوں کی طرح کھڑا تھا۔

ڈاکٹر نے لیڈی جہانگیر کو آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن جیسے ہی اُس کے کانوں تک اس نئے واقعے کی خبر پہنچی وہ ننگے پاؤں دوڑتی چلی آئی۔

"ارے یہ مسٹر ڈالے؟" وہ حمید کو مخاطب کر کے بولی۔ "نہیں یقینًا آپ لوگوں کو غلط فہمی ہُوئی ہے۔"

اُس کے قریب کھڑے ہُوئے ایک مہمان نے ایک ہی سانس میں سارا واقعہ دُہرایا...

"میرے خُدا!" وہ تحیّر آمیز لہجے میں بولی۔

"آپ نے اِس سے پہلے بھی یہ شکل کہیں دیکھی تھی؟" حمید نے اُس سے پُوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں۔ کہیں نہیں۔" وہ اپنا چہرہ چھُپا کر بولی۔ "آج میرا گھر بدنام ہو گیا۔"

پھر وہ سِسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ "میں کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہ گئی۔"

"اِس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔" حمید نے اُسے تسلّی دی۔

"لُٹے ہُوئے زیورات بھی مِل گئے ہیں۔"

"اوہ!" وہ آنسو پونچھ کر حمید کی طرف دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔ "آپ نے میری عزّت رکھ لی۔"

قریب ہی ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی۔ "جس زمین پر ان دونوں کے قدم پڑتے ہیں۔ وہاں کوئی نہ کوئی حیرت انگیز واقعہ ضرور ہوتا ہے۔"

*

مہمان ایک ایک کر کے رُخصت ہو رہے تھے۔ لُٹی ہُوئی عورتیں دیر تک حمید کو گھیرے رہیں۔ بدقّت تمام وہ دونوں اُن سے پیچھا چھُڑا سکے۔

"اور وہ دونوں کہاں ہیں؟" حمید نے فریدی سے پُوچھا۔

"باہر...!"

"تو آؤ باہر ہی چلیں۔"

زیورات کے متعلق ضابطے کی کارروائی ہو چکی تھی۔ سب انسپکٹر مجرم سمیت جانے کے لیے تیار تھا۔ وہ بھی فریدی اور حمید کے ساتھ ہی ساتھ باہر نکلا۔ پائیں باغ کے پھاٹک پر کانسٹیبل موجود تھے۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟" حمید نے ہیڈ کانسٹیبل کو مخاطب کیا۔

"وہ... دونوں... ہی ہی ہی۔" ہیڈ کانسٹیبل نے دانت نکال دیے۔ "وہ تو کب کے چلے گئے۔"

"کیا...؟" حمید کان پھاڑ دینے والی آواز میں چیخا۔

"جی ہاں۔" اُس نے سہم کر کہا۔ "اُنھوں نے کہا تھا کہ تمھارے سارجنٹ صاحب...!"

"کیا بکواس ہے... بکو جلدی۔" حمید جھلّا گیا۔

"اُنھوں نے کہا کہ سارجنٹ صاحب پیے ہُوئے ہیں، ہم اُن کے دوست ہیں۔ اُنھوں نے ہم سے مذاق کیا ہے۔"

"اور تم نے یقین کر لیا؟" حمید دانت پیس کر بولا۔

"تو صاحب آپ ہی نے ٹھیک سے بات کی ہوتی۔" ہیڈ کانسٹیبل کے لہجے میں تلخی تھی۔ "کیا آپ نے اُن کے سامنے فاؤنٹین پن نچا کر اُسے پستول نہیں کہا تھا؟"

حمید کو ایسا محسوس ہُوا... جیسے کسی نے سرِ بازار اُس کے سر پر چپت رسید کر دی ہو۔ وہ سوچنے لگا کہ حقیقتًا غلطی اُسی کی تھی۔ اُس کی اس حرکت پر اُسے شرابی تو کیا پاگل بھی سمجھا جا سکتا تھا۔ اُسے چاہیے تھا کہ مجرموں کو سپرد کرتے وقت کانسٹیبلوں کو سب کچھ سمجھا دیتا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ سب انسپکٹر بھی قریب ہی کھڑا تھا...

"کیا بات ہے؟" اُس نے حمید سے پُوچھا۔

حمید ہنسنے لگا۔

"کوئی بات نہیں۔" اُس نے کہا۔ "میں نے اپنے دو دوستوں سے مذاق کیا تھا لیکن وہ ادھورا ہی رہ گیا۔"

"اچھا۔" سب انسپکٹر ہنسنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مجرم کہاں ہیں جنھیں آپ نے پکڑا تھا۔"

"اُن کا مسئلہ فی الحال ٹیڑھا ہے۔" فریدی نے کہا۔ جو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ حمید سے اس سلسلے میں ضرور کوئی حماقت ہوگئی ہے۔

"لیکن میری رپورٹ؟" سب انسپکٹر نے کہا۔

"وہ تو میرے خیال سے ابھی تک نامکمل ہی ہوگی۔"

"جی ہاں...۔"

"تو اُسے اس طرح مکمل کرو کہ لُوٹا ہُوا مال لے کر مجرم فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے کہ کانسٹیبلوں نے اُنھیں جا لیا۔ کافی دیر تک جدّوجہد ہوتی رہی اور وہ لُوٹا ہُوا مال چھوڑ کر فرار ہوگئے۔"

"مگر...!"

"میں اُنھیں اپنے طور پر حاضر کروں گا۔" فریدی سگار سُلگاتا ہُوا بولا۔ "ان کا ہاتھ اس سے بھی گہرے بعض معاملات میں رہا ہے۔ اب تم جا سکتے ہو لیکن رپورٹ اسی طرح مکمل کرنا جیسے میں نے کہا ہے...۔"

سب انسپکٹر نے لمبُوترے چہرے والے کو پولیس کی لاری میں سوار کرا دیا جو فریدی اور حمید کو کھا جانے والے انداز میں گھُور رہا تھا...

اُن کے چلے جانے کے بعد فریدی حمید کی طرف پلٹا۔

"ہاں۔ اب تم بک چلو۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

حمید نے اٹک اٹک کر پُورا واقعہ دُہرایا۔

"نہ جانے تمھارا بچپن کب رُخصت ہوگا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دونوں پھر اُسی ہال میں آئے۔ یہاں کی اَبتری دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل یہاں رنگ رلیاں منائی جاتی رہی ہوں گی۔ ہال کے وسط میں لیڈی جہانگیر خاموش کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے سکتہ ہوگیا ہو۔ فریدی اور حمید اُس کے قریب پہنچ کر رُک گئے لیکن اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہُوئی۔ وہ خلا میں نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"مجھے آج کے حادثے پر افسوس ہے محترمہ۔" فریدی نے کہا۔

لیڈی جہانگیر چونک پڑی۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک بے جان سی مُسکراہٹ پھیل رہی تھی پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر فریدی کی طرف پُرخیال انداز میں دیکھنے لگی۔

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔" فریدی پھر بولا۔ "لیکن آپ کر بھی کیا سکتی تھیں...۔"

"میں ڈاملے کو عرصے سے جانتی تھی۔"

"ہم بھی جانتے تھے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن اس کی دوسری حیثیت آج ظاہر ہُوئی۔"

"آپ اُسی کی قید میں تھیں۔" حمید بولا۔

"اب سارے معاملات میری سمجھ میں بھی آ رہے ہیں۔" لیڈی جہانگیر نے کہا۔

"کیا؟" فریدی نے اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں اُوپر اُٹھائیں۔

"وہ عرصے سے مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا۔"

"اوہ۔ تب تو معاملہ صاف ہے۔"

"کیا...؟"

"اُس نے پہلی بار اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ کو مقید کیا تھا۔"

"لیکن...۔" وہ فریدی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

فریدی استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن اس طرح اس کی مقصد براری کیونکر ہوتی۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی دوسری حیثیت مجھ پر ظاہر نہ کرتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ڈاملے کی حیثیت سے وہ آپ کو اتنا زیرِ بارِ احسان ضرور بنا سکتا تھا۔"

"کس طرح...؟"

"ڈاملے کی شکل میں آپ کو اپنی ہی قید سے رہائی دلا کر۔"

"اوہ۔" اُس نے فریدی کی طرف تحیّر آمیز نظروں سے دیکھا "لیکن اب میں کیا کروں۔ میرا گھر تو آج بدنام ہی ہوگیا۔"

"اس کی فکر نہ کیجیے... یہاں کا کوئی اخبار اس حادثے کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا اور آپ کے مہمانوں کی غلط فہمی دُور کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔"

"میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"کسی سے بھی نہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔ "ہم یہ سب کچھ اخلاقاً نہیں بلکہ مجبوراً کریں گے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔" افروز کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں...

فریدی نے بھی حمید کو گھور کر دیکھا۔

"دوستوں کے لیے مجبوراً پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔" افروز آہستہ سے بولی۔

"خیر... خیر... میں بھی آپ ہی کی طرح رسمی باتوں کا قائل نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نے آپ کے یہاں مستقل طور پر دو کانسٹیبلوں کی ڈیوٹی کا انتظام کر دیا ہے۔"

"میں کس زبان سے..."

"پھر آپ نے وہی رسمی بات چھیڑی۔" فریدی پھر مسکرایا۔ "اگر آپ ضروری سمجھتی ہوں تو آج رات حمید صاحب بھی یہاں رہ سکتے ہیں..."

"بہت بہت شکریہ۔"

فریدی بے تحاشا ہنسنے لگا۔

"دیکھیے۔ میں نہ کہتا تھا کہ ہر آدمی کبھی نہ کبھی رسمی باتیں کرنے پر مجبور ہو ہی جاتا ہے۔"

"بخدا... یہ میرے حقیقی جذبات ہیں۔" افروز نے سنجیدگی سے کہا...

"خیر اچھا... میرے لائق کوئی اور خدمت؟"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"پھر وہی رسمی جملہ...؟"

"میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔" افروز ہنس کر بولی۔

"اچھا تو حمید صاحب... شب بخیر۔" فریدی نے کہا اور لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔

حمید کھڑا احمقوں کی طرح اس دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جس سے فریدی گیا تھا۔

"آئیے۔" افروز تھوڑی دیر بعد بولی۔ "آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔"

"اوں۔" حمید چونک پڑا اور بے جان سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں اس ڈاملے کے بچے کی اچھی طرح مرمت نہ کر سکا۔"

"خیر آئیے۔ ایک بج رہا ہے۔ آج رات کی نیند تو گئی۔"

"نیند تو مجھے بھی نہ آئے گی۔"

افروز حمید کو ایک کمرے میں لے آئی۔ غالباً یہ اس کے سونے کا کمرہ تھا۔ یہاں ہر وہ چیز موجود تھی جو ایک آرام طلب اور رنگین مزاج عورت کے سونے کے کمرے کے لیے ضروری ہو سکتی ہے...

"بیٹھیے۔" اس نے ایک آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود ایک کھڑکی کھول کر اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔

حمید کی نظریں ایک تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ کسی مشاق مصور کا کارنامہ تھا۔ ایک جوان عورت جس کے ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک بڑا سا سانپ اس کے جسم پر لپٹا ہوا اس کے چہرے پر پھن مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتاً افروز حمید کی طرف مڑی اور اس کا انہماک دیکھ کر بے ساختہ مسکرا پڑی...

"کیا یہ تصویر..." افروز ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "کسی شریف عورت کی خواب گاہ کے لیے معیوب سمجھی جا سکتی ہے۔"

حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں تو تصویر کی طرف تھیں لیکن ذہن کہیں اور تھا۔ وہ فریدی کے اس... عجیب و غریب رویے کے متعلق سوچ رہا تھا جو اس نے کچھ دیر قبل اختیار کیا تھا۔ صرف وہی نہیں آج رات اس عمارت میں قدم رکھتے ہی حمید نے ایک عجیب قسم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے وہ اب تک کوئی معنی نہیں پہنا سکا تھا۔ اس کے ذہن میں بیک وقت کئی سوال ابھر آئے تھے۔ اس پر افروز کے سوال نے جو بالکل ہی مختلف النوع تھا اسے ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" وہ ہنس کر بولی۔

"کچھ نہیں۔ میں اسی تصویر کے متعلق غور کر رہا تھا۔"

"تو آپ اسے فحاشی سمجھتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ میں اسے آرٹ ہی سمجھنے پر مصر رہوں گا۔" حمید مسکرا کر بولا...

"یہی تو مشکل ہے کہ عام طور پر آرٹ اور فحاشی کے نازک فرق کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔"

"میں بہت زیادہ ذہین نہیں ہوں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا... "لیکن پھر بھی مجبوری اور جوانی کے اس خوبصورت تخیل کی قدر ضرور کر سکتا ہوں۔"

"حمید صاحب میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔" افروز نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کی لائن کے لوگ عموماً صرف منطقی ہوتے ہیں لیکن آپ... اوہ میں بھی کہاں بہک رہی ہوں۔ شاید پاگل ہو جاؤں گی۔"

دفعتہً وہ اپنا سر پکڑ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

"کیوں کیا ہوا؟" حمید بوکھلا کر اُٹھتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں" افروز سر اُٹھا کر بولی۔ وہ کچھ خوفزدہ سی نظر آنے لگی تھی...

حمید خاموش رہا۔

"کون کہہ سکتا ہے" وہ آہستہ سے بولی "کہ یہ میری زندگی کی آخری رات نہیں ہے؟"

"کیوں...؟"

"مجھے کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے جیسے میری موت قریب ہو"

"کمال کرتی ہیں آپ بھی" حمید ہنس پڑا۔

"آپ ہی کے بیان کے مطابق ڈاطے کسی بڑے گروہ کا سرغنہ تھا..."

"ہاں تو پھر...؟"

"کیا اُس کے ساتھی وہی حرکت نہیں کر سکتے؟"

"ٹھیک ہے لیکن میں یہاں جھک مارنے کے لیے تو نہیں رُک گیا!"

افروز خاموش ہو گئی۔ اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔ فکر مندی اور خوف کے آثار نے اُسے نہ جانے کیوں اور زیادہ حسین بنا دیا تھا۔ اُس کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک نازک سی لکیر اُبھر آئی تھی اور ہونٹ قدرے کھل گئے تھے جن سے دانتوں کی چمک جھلکیاں مار رہی تھی...

"لیکن..." وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔

"آپ بے کار پریشان ہیں" حمید نے اُسے تسلی دی۔

"اس وقت ایک خیال اور پیدا ہوا ہے" افروز نے آہستہ سے کہا۔

"وہ کیا...؟"

"میں یہ نہیں کہتی کہ میرا خیال صحیح ہی ہو لیکن حالات ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ اس کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں"

"آپ تو پہیلیاں لے بیٹھیں" حمید اُکتا کر بولا۔

"شاید فریدی صاحب مجھ پر شبہ کر رہے ہیں"

"کمال کر دیا۔ شاید آپ اختلاجِ قلب کی مریضہ ہیں" حمید ہنس کر بولا۔

"نہیں حمید صاحب۔ میں قطعی سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ میں ایسا سمجھنے پر مجبور ہوں۔ کیا آپ اُن حالات میں یہ نہ سمجھیں گے کہ میں بھی اُسی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں"

"کون سے حالات؟"

"یہاں پر ڈاطے کی موجودگی۔ میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ وہ مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا اور اسی لیے اُس نے یہ حرکت کی' لیکن آپ کے ذہن میں، تو وہ عورتیں بھی ہوں گی جو خواہ مخواہ لوٹی گئیں۔ اگر اسے صرف مجھے لے جانا تھا تو اس نے اتنا ہنگامہ کیوں برپا کرایا؟"

"ظاہر ہے کہ اُس نے ایک تیر سے دو شکار کیے" حمید نے کہا۔ "آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ وہ اچھے خاصے ڈاکوؤں کا گروہ ہے"

"حمید صاحب۔ آپ مجھے اطمینان نہیں دلا سکتے۔ فریدی صاحب کو مجھ پر شبہ ہے"

"آخر آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہی ہیں"

"کیا ابھی اُنھوں نے رسمی گفتگو کے سلسلے میں میرا مضحکہ نہیں اُڑا دیا تھا" افروز نے سنجیدگی سے کہا۔ حالانکہ یہ اس کا موقع نہیں تھا"

"اوہ!" حمید مسکرا کر بولا "آپ اُن کی عادتوں سے واقف نہیں اسی لیے ایسا کہہ رہی ہیں۔ بعض اوقات اُن کی زبان بڑی سفاک ہو جاتی ہے"

"مجھے بہلانے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ خیر ہو گا مارئیے گولی۔ میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کسی نہ کسی اُلجھن میں ہمیشہ مبتلا رہی ہوں"

"میں کس طرح آپ کی غلط فہمی دُور کروں" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا "فریدی صاحب دودھ پیتے بچے نہیں ہیں۔ کیا اُنھوں نے آپ کو پھاٹک پر بے ہوش نہیں دیکھا تھا۔ کیا یہ آپ کی پیشانی کی چوٹ مصنوعی ہے؟"

"کیوں؟ کیا کوئی مجرم اپنا جرم چھپانے کے لیے یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک سراغرساں یہ بھی تو سوچ سکتا ہے کہ میں نے خود ہی اپنا سر پھوڑ لیا ہو گا۔ محض اس لیے کہ اُس کا شبہ رفع ہو جائے..."

"واللہ... میں آپ سے نہیں جیت سکتا" حمید ہنس کر بولا۔

"یقیناً آج کل آپ کا معدہ خراب ہے۔ خراب معدے سے اُٹھنے والے ابخرات، ذہن میں اُلجھن اور دوسروں کی طرف سے بے بنیاد شبہات پیدا کرتے ہیں"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"ایک صاحب کا واقعہ یاد آ رہا ہے" حمید اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ وہ لہجہ جو وہ کوئی لطیفہ سنانے سے قبل اختیار کرتا تھا۔

"اُن کا معدہ عموماً خراب رہا کرتا تھا۔ معدے سے ابخرات اُٹھ کر ذہن

میں پہنچتے اور پھر سارا زمانہ انھیں اپنا دشمن معلوم ہونے لگتا۔ ایک رات انھیں نیند نہیں آ رہی تھی۔ الجزات برابر اُٹھ رہے تھے۔ اچانک اُن کا کُتا بھونکنے لگا۔ وجہ خواہ کچھ رہی ہو لیکن اُس کی آواز پر یکایک اُن کے دماغ نے قلابازی کھائی۔ وہ سوچنے لگے... کہ جب ایک آدمی اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بھی احسان فراموش ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ کسی وقت جانور کا بھی دماغ نہ اُلٹ جائے ہو سکتا ہے کہ کسی رات اُن کا کُتا ہی اُن کی گردن دبوچ بیٹھے... جب آدمی کا اعتبار نہیں تو کُتے کا کیا بھروسہ۔ وہ تھوڑی دیر تک پڑے اُلجھتے رہے پھر اُٹھے اور کُتے کو گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا لیکن جیسے ہی کمرے میں جانے کے لیے مُڑے، کُتا پیچھے کھڑا دکھائی دیا۔ اب تو سچ مچ اُن پر بدحواسی کا دورہ پڑ گیا۔ بھلا کُتا دوبارہ اندر کیسے آ گیا۔ اگر وہ اٹھارہ فٹ اُونچی دیوار پھلانگ کر آیا ہے تب تو یقیناً اُس کی نیت میں فتور ہے۔ بس پھر کیا تھا حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنا اور دوڑنا شروع کر دیا۔ نتیجے کے طور پر نہ صرف گھر کے دوسرے لوگ بلکہ اڑوس پڑوس والے بھی دوڑ پڑے۔ کافی اُودھم رہی۔ بعد کو پتہ چلا کہ اُنھوں نے کُتے کے دھوکے میں بکری کو باہر نکال دیا تھا۔ کُتا شروع سے آخر تک گھر ہی میں رہا تھا..."

افروز ہنس پڑی۔

"واقعی حمید صاحب خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا آپ کا ہر وقت کا ساتھ ہو۔" اُس نے کہا۔

حمید کا وزن کئی پونڈ بڑھ گیا۔

"لیڈی..."

"افروز۔" وہ احتجاجاً ہاتھ اُٹھا کر بولی۔

"لیکن مجھے مٹھائی زیادہ اچھی نہیں لگتی۔"

"یعنی...!"

"اس نام پر زبان کی جڑ تک میٹھی ہو جائے گی۔"

"بنانے لگے۔" افروز نے اس انداز میں کہا کہ حمید کا دل دھڑکنے لگا اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں "مخرب اخلاق" لٹریچر قسم کی کوئی حرکت نہ ہو جائے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" حمید کی آنکھیں نشیلی ہو گئیں۔

افروز کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دفعتہً قریب ہی ایک فائر ہوا اور ٹھیک کمرے کی کھڑکی کے نیچے ہی ایک چیخ سنائی دی۔

افروز اُچھل کر حمید پر آ گری۔ وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ حمید اُسے مسہری پر ڈال کر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ دوسرا فائر ہوا اور گولی کھڑکی سے اُوپر لگی۔ حمید کھڑکی بند کر کے دروازے کی طرف بھاگا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" افروز خوفزدہ آواز میں چیخی۔

"ڈرو نہیں۔" حمید نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

کوٹھی کے مُلازمین بدحواسی میں عقبی پارک کی طرف دوڑے جا رہے تھے...

پھر تھوڑی دیر کے بعد حمید نے افروز کی خواب گاہ کی کھڑکی کے نیچے ایک آدمی کو خاک و خون میں لتھڑا ہوا پایا۔ گولی ران میں لگی تھی۔ زخمی کے قریب ہی ایک ریوالور پڑا تھا۔ حمید نے اُسے رُومال سے پکڑ کر اُٹھایا۔ اس میں سارے کارتوس موجود تھے... نال سے بارُود کی بُو بھی نہیں آ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد افروز بھی وہاں پہنچ گئی۔

"کیا مر گیا..." وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"نہیں بے ہوش ہے۔" حمید نے پُرخیال انداز میں کہا... اور آگے بڑھ کر دیوار پر کچھ دیکھنے لگا۔

"یا خدا... یہ کیا مُصیبت ہے۔" افروز نے کہا اور خود بھی گر پڑی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

حمید پھر پولیس کو فون کر رہا تھا۔

● ●

دوسرے دن انسپکٹر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔

"ڈاملے حوالات سے فرار ہو گیا۔"

"کیا...؟" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ سے یوں بھی اُس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ ابھی تک جہانگیر پیلس والی فائرنگ کا معمّہ بھی حل نہیں ہوا تھا۔ اس پر اُسے یہ دوسری حیرت انگیز خبر سننی پڑی۔ کوتوالی کی مستحکم حوالات سے نکل بھاگنا آسان کام نہیں تھا۔

"یہ ناممکن ہے۔" وہ خود بخود بڑبڑایا۔

"ناممکن..." فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "یہ لفظ نپولین کی ڈکشنری میں نہیں تھا۔"

حمید پھر سوچ میں پڑ گیا۔ حالانکہ ایسے مواقع پر کسی سوچ میں پڑنا ہی فضول تھا۔ مگر وہ اپنے اُونگھتے ہوئے دماغ کو کیا کرتا جو کسی ایک خیال سے چمٹ کر سو جانا چاہتا تھا۔

"آخر کس طرح نکل گیا؟" اُس نے پوچھا۔

"جس طرح میں نے چاہا۔"

"آپ نے؟" حمید کے اُونگھتے ہوئے دماغ نے سنبھالا دیا۔

"ہاں۔ میں نے۔" فریدی پُرخیالی انداز میں بولا۔ "اس سے

کچھ اُگلوا لینا بڑا مشکل کام تھا۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟" حمید کے لہجے میں تحیّر تھا۔

"کیوں؟" ظاہر ہے کہ میں اس سلسلے میں اپنے مخصوص طریقے نہیں اختیار کر سکتا تھا۔ کیونکہ سول پولیس نے براہِ راست اُسے پکڑا تھا۔ اگر آدھے گھنٹے کے لیے بھی وہ میرا تہ خانہ دیکھ لیتا تو اُسے حوالات سے فرار ہونے کا موقع ہی نہ دیا جاتا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم تو سو رہے ہو؟" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "پچھلی رات ذرا... خوشگوار تھی نا..؟"

"پچھلی رات؟" حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

"کیوں؟" فریدی کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک تھی۔

"مجھے افسوس ہے کہ وہ بچ کر نکل گیا۔"

"کون...؟" فریدی نے پُوچھا۔

"وہی جس نے اُس پر گولی چلائی تھی۔"

"اچھا زخمی ہونے والا کون ہے؟" فریدی نے پُوچھا...

"کوئی بھی ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں۔ آپ یہی کہیں گے نا.. کہ وہ اُنہی مجرموں کا ساتھی ہے۔"

"قطعی... وہ بھی ڈاملے کے ساتھیوں میں سے ایک ہے۔" فریدی بولا۔

"لیکن اس پر گولی چلائی کس نے؟"

"تم ابھی کہہ رہے تھے کہ تمہیں افسوس ہے کہ وہ بچ کر نکل گیا..."

"اب بھی یہی کہتا ہوں۔"

"آخر کیوں...؟"

"اس لیے کہ وہ بھی قانون کی گرفت میں آسکتا ہے۔" حمید بولا۔

"خیر... خیر..." فریدی سگار سُلگاتا ہُوا بولا۔ "یہ بتاؤ کہ وہ ہاتھ میں ریوالور لیے اُس کھڑکی کے نیچے کیا کر رہا تھا؟"

"موت کا انتظار۔" حمید نے کہا اور اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"اگر حملہ آور تمہیں مل جاتا تو کیا کرتے؟" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہتھکڑیاں ڈال دیتا۔"

"اچھا..." فریدی نے مُسکرا کر اپنے ہاتھ حمید کی طرف بڑھا دیئے۔

"کیا مطلب؟" حمید اُسے گھُورنے لگا۔

"یہ غیر قانونی حرکت میں نے ہی کی تھی۔"

"آپ نے...؟"

"ہاں اور اگر یہ کرتا تو تم اس وقت چار آدمیوں پر سوار نظر آتے۔"

"تو آپ بھی وہیں رہ گئے تھے؟"

"قطعی..."

"آخر کیوں؟" حمید نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "تو کیا افروز کا خیال درست ہے؟"

"کیسا خیال...؟"

"یہی کہ آپ اُس کی طرف سے مشکوک ہیں۔" حمید نے کہا اور لیڈی جہانگیر کی ساری گفتگو دُہرا دی۔

فریدی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"لیکن آپ نے مجھے وہاں کیوں چھوڑ دیا تھا؟" حمید نے پُوچھا۔

"اُوں" فریدی چونک کر بولا۔ "محض اس لیے کہ تم افروز کی حفاظت کرو اور میں تمہاری۔"

"لیکن آپ کے رویے نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ آپ حقیقتاً اُس کی طرف سے مشکوک ہیں۔"

"کیسا رویہ...؟"

"اس سے پہلے آپ نے کبھی مجھے کسی عورت میں دلچسپی لینے پر مجبور نہیں کیا۔"

"اگر میں تمہیں اس پر مجبور نہ کرتا تو آج ہم ڈاملے کو پکڑ نہیں سکتے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اس عورت کے قریب رہ کر ہمیں مجرموں تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ وہ آسانی سے اُس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

حمید چند لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"ڈاملے کس طرح فرار ہوا؟"

"چھوڑنے والے نے اُسے اس شرط پر چھوڑا ہے کہ وہ کسی طرح مجھے قتل کرا دے گا۔"

"آپ کو...؟" حمید چونک کر بولا۔

"ہاں" فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ "ڈی ایس پی جمیل نے اُسے اسی شرط پر چھوڑا ہے۔"

"ڈی۔ ایس۔ پی جمیل نے؟" حمید کی حیرت بڑھ گئی... کیونکہ ڈی ایس۔ پی جمیل اور فریدی کے تعلقات بہت اچھے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے خیال آیا کہ کچھ دیر قبل فریدی کہہ چکا ہے کہ ڈاملے کو اُسی کی ایما پر فرار کا موقع دیا گیا تھا۔

"واقعی تم جاگ کر سو رہے ہو۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "آج بہت کام کرنا ہے۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "یہ محض اس لیے کیا گیا کہ

اُسے اس رعایت پر حیرت نہ ہو۔ بہرحال اب میں یہ بتا سکتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہوگا کیونکہ حوالات سے نکلتے ہی میرے آدمی اُس کی نگرانی کرتے رہے ہیں۔"

"لیکن آخر اتنا پیچیدہ راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" حمید نے پوچھا۔

"بہتر ہے کہ تم جا کر سو ہی رہو۔" فریدی اُس کا شانہ تھپکتا ہُوا بولا۔ "ابھی کچھ ہی دیر قبل میں نے تمھیں یہ بتایا تھا کہ پولیس اُس سے کوئی کام کی بات معلوم نہ کر سکی۔ یہ بھی واضح رہے کہ وہ اس گروہ کا سرغنہ نہیں ہے اور مجھے سرغنہ کی تلاش ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ وہ اس گروہ کا سرغنہ نہیں ہے۔"

"کیوں؟ کیا اسی گروہ کا ایک اور فرد بھی ہمارے قبضے میں نہیں ہے؟"

"وہ زخمی...؟"

"ہاں! یہ بات اُسی سے معلوم ہوئی ہے کہ لمبوترے چہرے والا جو گروہ میں ٹائیگر کے نام سے مشہور ہے گروہ کا سرغنہ نہیں، گروہ کے کسی فرد نے سرغنہ کو آج تک دیکھا ہی نہیں۔ اُنھیں بس احکامات ملتے رہتے ہیں اور یہ احکامات ان تک لمبوترے چہرے والے یا ٹائیگر کے ذریعے ملتے ہیں۔"

"بہرحال اس سے تو یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ سرغنہ نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی اپنی شخصیت کو پُراسرار بنائے ہُوئے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ اُس نے گروہ والوں کو اپنی طرف سے خائف رکھنے کے لیے یہ چال چلی ہو۔ پُراسرار شخصیتوں سے لوگ یوں بھی مرعوب رہتے ہیں۔"

"میں فی الحال تمھارے اس خیال کی تردید نہیں کر سکتا..." فریدی بُجھا ہُوا سگار سُلگا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ اُس نے مسٹر ڈاملے کا بہروپ اسی لیے بھرا ہو... اور ہاں میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ گروہ والے اسے مسٹر ڈاملے کی حیثیت سے نہیں جانتے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"کیا اُس نے پولیس کو کچھ بتایا ہی نہیں؟"

"بہت کچھ بتایا ہے۔" فریدی نے مُسکرا کر کہا۔ "لیکن وہ بتانا ایسا ہی ہے جیسے تم کسی کو اپنا پیشہ ماہی گیری بتا دو۔ اُس نے پولیس کو بتایا کہ وہ مسٹر ڈاملے کے بھیس میں اپنی بدصورتی چھپانا چاہتا تھا اور بس... اُس نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ اُس کا تعلق کسی گروہ سے بھی ہے۔ لیڈی جہانگیر کے گھر میں ہونے والی لوٹ مار سے اُس نے خود کو قطعی بے تعلق ظاہر کیا تھا۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ اُس کے تعلقات سر جہانگیر عادل جی سے بہت اچھے تھے اور لیڈی جہانگیر اُسے سر جہانگیر کی زندگی ہی سے جانتی ہیں۔ بہرحال اُس کے پُورے بیان کا اختصار یہ ہے کہ اُس نے مسٹر ڈاملے کے بھیس میں کسی کو رتی برابر بھی... نقصان نہیں پہنچایا۔ اس میک اَپ کا مقصد محض چہرے کی عیب پوشی تھا..."

"میرا خیال ہے کہ اگر کچھ دنوں تک اُس پر سختی کی جاتی تو وہ بہت کچھ اُگل دیتا۔" حمید نے کہا۔

"ناممکن۔ میں اُس کے ٹائپ سے اچھی طرح واقف ہُوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ایک بار اُس کے سینے پر ریوالور کی نال بھی رکھ دی جاتی تو وہ کچھ نہ بتاتا۔"

"بہرحال۔" حمید مُنہ سکوڑ کر بولا۔ "اب اس اُگلی ہُوئی مکھی کو دوبارہ نگلنا پڑے گا..."

"اور کل رات کو شاید تم ہاتھی نگل رہے تھے۔ اس سے پہلے کسی کیس میں بھی تمھیں اتنی عیاشی کا موقع نہ ملا ہوگا۔ کفرانِ عورت مت کرو پیارے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کیس کے دوران میں تم پر کروڑ جان سے عاشق بھی ہو جائے۔ عورت مال دار ہے۔ اس کی دولت دوسری عیاشیوں کے کام آئے گی۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں ہاں... میں ہی کہہ رہا ہُوں۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "اگر زبان کا اعتبار نہ ہو تو لکھ کر بھی دے سکتا ہُوں۔"

"افروز کے متعلق آپ نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"بہت خوبصورت ہے۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہُوں۔ اُس کے چال چلن کے متعلق۔"

"چال تو قیامت ہے حمید صاحب لیکن لفظ چلن آج تک میری سمجھ میں نہ آسکا۔ ورنہ اس پر بھی روشنی ڈالتا۔ محاوروں سے میں عاجز ہُوں۔ اب اگر آپ رکھ رکھاؤ کے متعلق بھی پُوچھ بیٹھے تو میں صرف رکھ اُٹھاؤ کے بارے میں بتا سکوں گا۔ رکھ رکھاؤ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی معاملہ چل چلاؤ کے ساتھ بھی پیش آسکتا ہے۔ ویسے مسٹر پلاؤ پر میں بحالتِ فاقہ بھی تقریر کر سکتا ہُوں..."

حمید سمجھ گیا کہ فریدی اب اُس کے متعلق گفتگو کرنا نہیں چاہتا اور پھر اُسے یاد آیا کہ وہ ایک بار اس سلسلے میں افروز کو بُرے الفاظ میں یاد کر چکا ہے۔

"اُس زخمی نے لاشوں کے متعلق کیا بتایا؟" حمید نے تھوڑی

دیر بعد پوچھا...

"یہی کہ وہ سرغنہ کے احکامات کے مطابق مختلف مقامات سے اُٹھا کر ادھر اُدھر ڈالی گئی تھیں۔ اس کا مقصد کیا تھا۔ یہ آج تک گروہ کے کسی فرد کو نہ معلوم ہو سکا۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کمرے میں ٹہلتا رہا پھر حمید کی طرف مُڑ کر بولا۔ "جاؤ اب سو رہو۔ مجھے بھی تھوڑا بہت سونا ہے۔ میں بھی پچھلی رات جاگتا ہی رہا ہوں۔"

"کل رات کتنی لڑکیاں..."

"تم پر مرتے مرتے بچیں۔" فریدی نے اُس کا جملہ پُورا کرتے ہُوئے کہا۔ "اب تم سچ مچ جا کر سو رہو، ورنہ تھوڑی ہی دیر بعد ناک پر انگلی رکھ کر گفتگو کرنے لگو گے۔"

حمید نے ایک آنکھ دبا کر جماہی لی اور اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا...

پھر چار بجے شام سے پہلے اُس کے خرّاٹے نہیں رُکے اور جب وہ سو کر اُٹھا تو اُس نے فریدی کو اُسی کمرے میں پایا جہاں وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔ ایش ٹرے میں سگاروں کے کئی جلے ہُوئے ٹکڑے نظر آئے۔

"آپ نہیں سوئے؟" حمید نے پُوچھا۔

"نہیں۔ تمہارے جانے کے بعد مَیں نے فرض کر لیا تھا کہ پچھلی رات کو مَیں جی بھر کے سو چکا ہُوں۔"

"بہت خُوب!" حمید ہنس پڑا۔ "اگر کسی دن آپ نے میز کرسیوں کو مُجرم اور کسی کُتّے کو گھوڑا فرض کر لیا تو پڑوس کے بچّوں کو بڑی خوشی ہوگی۔"

"جب مَیں نے تم جیسے گدھے کو آدمی فرض کر لیا ہے تو اب مُجھے کسی بات میں کوئی ہچکچاہٹ نہ محسوس ہونی چاہیے۔"

"کاش آپ نے مُجھے گدھا فرض کیا ہوتا۔" حمید ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

"خیر اگر کام چوری کا موڈ ہو تو مَیں یُوں بھی تمہیں مجبُور نہ کروں گا۔"

"پھر آپ نے بات پلٹ دی۔ مَیں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"خیر... خیر... جلدی کرو۔ ناشتا بھی غالبًا تیار ہو گا۔ اس کے بعد ابھی میک اپ بھی کرنا ہے۔"

"میک اپ...؟" حمید ہکلا کر رہ گیا۔

اور پھر چھ بجے کے قریب وہ دونوں کیڈلک پر سڑکیں ناپ رہے تھے۔ فریدی ایک ادھیڑ عمر کے پُروقار آدمی کے بھیس میں تھا اور حمید اپنے میک اپ میں شرم سے کٹا جا رہا تھا۔ اگر بات میک اپ ہی پر ختم ہو جاتی تو خیر... لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ فریدی نے اُسے پندرہ سولہ سال کا ایک نوخیز لڑکا بنا دیا تھا جس کے اوپری ہونٹ پر ہلکی ہلکی روئیدگی تھی۔ فریدی اُس کی طرف دیکھ کر بار بار اپنی بائیں آنکھ دبا دیتا تھا۔

"اس پیشے پر سَو بار لعنت۔" حمید بڑبڑایا۔

"ڈرو نہیں... تمہیں پیشے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔

"مَیں مذاق کے موڈ میں نہیں ہُوں۔" حمید جھنجھلا گیا۔

فریدی نے پھر مُسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبا دی۔

"آخر ہم جائیں گے کہاں؟" حمید نے تھوڑی دیر بعد پُوچھا۔

"ظاہر ہے کہ جہنّم میں۔" فریدی ہنس پڑا۔

"مَیں بگاڑتا ہُوں میک اپ۔" حمید نے دھمکی دی۔

"میرا کیا ہوا میک اپ ہے بیٹے خاں۔ کسی فلم یا ڈرامے کا میک اپ نہیں۔ اسے بگاڑنے کے لیے تمہیں کافی مقدار میں امونیا صرف کرنی پڑے گی۔"

حمید کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ اس وقت اُسے سچ مُچ اپنی بے بسی پر غصّہ آ رہا تھا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے غصّہ اس بات پر تھا کہ فریدی نے اُسے اپنے پروگرام کے متعلق بتایا کیوں نہیں لیکن یہ بھی کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ ایسے مواقع پر عمُومًا یہی کرتا تھا اس لیے مجبورًا حمید نے اپنی بوٹیاں نوچنے کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا۔

کیڈلک ایک ویران سڑک پر جا رہی تھی۔ شہر کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ دفعتًہ فریدی نے کیڈلک ایک دوسری سڑک پر موڑ دی۔ حمید بدستور خیالات میں ڈُوبا ہُوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار کے رُکتے ہی چونک پڑا۔

کار نیاگرا ہوٹل کے گیراج کے سامنے رُکی تھی۔ شمالی سرے پر بیٹھے ہُوئے واچ مین نے ایک خالی حصّے کے برقی نمبر روشن کر دیے۔ کیڈلک کا انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ فریدی نے کار اندر لگا دی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا پھر وہ ہوٹل کی عمارت کی طرف بڑھے جو آبادی سے بہت دُور ویرانے میں اپنی مخصوص قسم کی رنگ رلیوں کے لیے مشہُور تھی۔ یہاں کے اخراجات اتنے زیادہ... تھے کہ صرف دولت مند طبقہ ہی ان کا متحمل ہو سکتا تھا۔ عام لوگ تو بے چارے ٹھنڈی سانسیں ہی بھر کر رہ جاتے تھے یا پھر اپنے دوستوں پر رُعب ڈالنے کے لیے اکثر اپنا کوئی ایسا کارنامہ دہراتے

جو نیا گرا ہوٹل سے متعلق ہوتا۔ ویسے اگر اُن سے وہاں کی تنظیم... نشست ہی کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ صرف مُنہ دیکھ کر رہ جاتے یا پھر بات ہی اُڑا دیتے۔

فریدی اور حمید اندر داخل ہوئے۔ ہال میں ایک اطالوی رقاصہ آرکسٹرا پر ناچ رہی تھی اور ساری میزیں بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ فریدی نے رُک کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر مایوسانہ انداز میں آمدورفت کے دروازے کی طرف لوٹ پڑا۔ حمید خاموشی سے اُس کی تقلید کرتا رہا۔

ایک آدمی اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید کو حقیقتاً اس کی خبر نہیں تھی۔ ویسے فریدی کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس سے لاعلم ہے۔ حمید سمجھا تھا کہ اب فریدی گیراج سے کار نکالے گا لیکن وہ پارک میں آ بیٹھا۔ بیٹھتے وقت اُس نے آہستہ سے حمید کے کان میں کہا۔ "تمہارا نام عارف ہے... اور تم نیشنل کالج کے طالب علم ہو...!"

◆◇◆

حمید پر پھر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا فریدی اُٹھتا ہوا اُونچی آواز میں بولا۔

"اچھا تو میاں عارف پھر مُلاقات ہوگی۔"

اُس کی آواز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دَمے کا مریض ہو پھر وہ لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا پارک سے نکل گیا۔

حمید نے بنچ کی پُشت سے ٹیک کر اپنے مقدر کو دو تین ناقابلِ فہم گالیاں دیں اور جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا... فریدی نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اس میک اپ کے دوران میں پائپ کی بجائے سگریٹ پیے گا...

یہاں تک تو سارے معاملات اُس کی سمجھ میں بخوبی آ گئے تھے لیکن اس صُورت میں پیش آنے والے حادثات سے وہ قطعی بے خبر تھا۔ آنے والے لمحات میں کیا کرنا تھا؟ خصوصاً یہ تو ایک ایسا سوال تھا جس کا کوئی جواب اُس کا ذہن تلاش نہ کر سکا۔

فریدی جا چکا تھا اور اُسے وہاں بیٹھنا تھا مگر کب تک؟ کس لیے؟ مقصد تو صاف ظاہر تھا لیکن حصُولِ مقصد کا طریقہ تاریکی میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے موقعے پر تو فریدی کو کچھ نہ کچھ ضرور بتانا چاہیے... آخر وہ اُسے کچھ بتائے بغیر کیوں چلا گیا...؟ اُس کے انداز سے صاف ظاہر تھا جیسے وہ جلدی میں ہو اور اپنے لیے تو حمید کے ذہن میں ایک بڑی مناسب تشبیہہ گُونج رہی تھی وہ خود کو ایک ایسا بکرا تصور کر رہا تھا جسے شیر کے شکار کے لیے باندھا گیا ہو...

حمید نے سگریٹ نکالا اور اُسے ہونٹوں میں دبا کر کچھ دیر یُونہی بیٹھا رہا پھر اُسے سُلگا کر لائٹر جیب میں رکھنے ہی جا رہا تھا کہ بائیں طرف سے ایک آدمی اپنے ہونٹوں میں سگریٹ دبائے اُس کی سمت جُھکتا ہوا بولا۔

"تکلیف تو ہوگی۔"

حمید نے اُس پر ایک اُچٹتی سی نظر ڈالی اور اُس کا سگریٹ سُلگا دیا۔

وہ سیدھا کھڑا ہو کر آہستہ سے بولا۔ "شکریہ۔"

حمید نے اُسے نیچے سے اُوپر تک دیکھا اور لائٹر جیب میں ڈال کر ایک طرف سرک گیا...

"اب بھلا بتایئے۔" وہ بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔ "اتنی دُور سے آئے تھے تفریح کے لیے لیکن اندر کوئی میز ہی خالی نہیں۔"

"ہم بھی ریزرویشن کرانا بھول گئے تھے۔" حمید نے کہا۔ "یہاں بغیر اس کے کام نہیں چلتا۔"

"یقیناً یہی بات ہوگی۔" اجنبی آہستہ سے بولا۔ "میں نے ڈائرکٹری میں اس ہوٹل کا نام دیکھا۔ میں نے سوچا پُرسکون اور عُمدہ جگہ ہوگی۔"

"تو آپ یہاں نوَوارد ہیں؟" حمید نے پُوچھا۔

"جی ہاں۔" اجنبی بولا۔ "تعجب ہے کہ یہ لوگ اس پارک کو بھی کیوں نہیں استعمال کرتے۔"

"یہ صرف گارڈن پارٹیز کے لیے مخصوص ہے۔" حمید بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر بولا۔

"آپ شاید اسٹوڈنٹ ہیں؟"

"جی ہاں..."

"کس ایئر کے؟"

"فورتھ ایئر..."

اجنبی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سُلگانے لگا۔

یہ ایک ڈھلتی ہوئی عمر کا تندرست آدمی تھا۔ خدوخال بتا رہے تھے کہ جوانی کافی حسین اور پُرکشش رہی ہوگی... اور اس کے پُر وقار چہرے پر کبھی ایک شوخ سی مُسکراہٹ ہوتی رہی ہوگی۔ آنکھیں شرارت آمیز چمک سے محرُوم نہ رہی ہوں گی۔

"آپ مجھے کسی اچھے خاندان کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہیں۔" اجنبی تھوڑی دیر بعد بولا اور حمید کی اُچھلنے والی زبان کبھی

طرح قابو میں نہ رہ سکی۔

"نہ میں چشم ہوں اور نہ چراغ۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "مجھے عارف کہتے ہیں۔"

"آپ کافی زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔" اجنبی ہنسنے لگا۔ "یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے۔ کبھی میں بھی..."

"میں بھی بڑھاپے میں یہی کہوں گا۔" حمید نے اُس کی بات کاٹ دی۔

اجنبی ہنس کر خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "حیرت ہے کہ آپ ایسی دلچسپ جگہ تنہا آئے ہیں۔"

"والد صاحب کو ساتھ لانے کا ارادہ تھا مگر انھیں ٹانیاں خریدنی تھیں۔ اس لیے انھوں نے چچا جان کو ساتھ کر دیا تھا لیکن وہ بھی چلے گئے۔" اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

"میرا مطلب یہ تھا کہ نوجوان لوگ ایسی جگہوں پر کسی عمدہ قسم کے پارٹنر کے بغیر نہیں جاتے۔"

"سمجھا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن میرے ساتھ یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے کہ لڑکیاں مجھے منہ نہیں لگاتیں۔"

"آپ کو؟" اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "شاید آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"میں حقیقت عرض کر رہا ہوں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔ "آپ نے خود ہی انھیں منہ لگانا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔"

"اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔" حمید نے کہا۔ اُس کے کان کچھ کچھ کھڑے ہونے شروع ہو گئے تھے۔ "میں نے کئی بار لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے نوٹس تک نہ لیا..."

"میں کس طرح یقین کر لوں۔" اجنبی اُسے گھورتا ہوا بولا... "آپ جیسے نوجوانوں کو الٹرا موڈرن لڑکیاں پوجتی ہیں۔"

"میں شاید آپ کو یقین نہ دلا سکوں۔" حمید نے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"اگر میں نے ثابت کر دیا تو؟" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"تو میں عمر بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔" حمید نے قہقہہ لگایا...

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" اجنبی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ثابت کر سکتا ہوں... یا تو آپ بن رہے ہیں یا پھر اپنی صحیح قدر و قیمت سے خود واقف نہیں..."

حمید نے اُسے گھور کر دیکھا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

"میں آپ کو کئی لڑکیوں سے ملاؤں گا۔" اجنبی پھر بولا۔ "اس کے بعد مجھے آپ کو سات سلام کرنے کا موقع ضرور ملے گا۔"

"لڑکیوں سے؟" حمید نے آہستہ سے دُہرایا۔

"جی ہاں۔ اٹھارہ وکٹوریہ روڈ پر میرا قیام ہے اگر آپ کل شام کو وہاں آ سکیں تو میں اپنے دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دوں گا۔"

"میں ضرور آؤں گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "ورنہ ممکن ہے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہو کر مر ہی جاؤں۔"

"لیکن میاں صاحبزادے۔" وہ حمید کے کاندھے پر انتہائی بے تکلفی سے ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "آپ حدود سے آگے نہیں بڑھیں گے۔"

"کس قسم کی حدود؟" حمید نے معصومیت سے پوچھا۔

"مجھے احمق نہ بنائیے۔" اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اُس سے زیادہ سمجھ دار ہیں جتنا میں آپ کی عمروں میں تھا۔"

"میں سمجھ دار تو ہوں لیکن یقین مانیے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

اس پُراسرار اجنبی نے ہنس کر ایک ایسا اشارہ کیا کہ حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔

"ارے... نہیں... ہی ہی ہی۔" حمید مصنوعی قسم کے شرمیلے انداز میں ہنسنے لگا۔

"آپ رہتے کہاں ہیں؟"

"پرنس ہوسٹل میں۔"

اجنبی تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے۔"

"اوہ... وہ... پروفیسر عمران... ہاں تھے تو۔" حمید اُس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

"بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "یہاں ساری میزیں بھری دیکھ کر اُلٹے پاؤں واپس گئے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اپنی ذاتی میز اور کرسی لے کر واپس آ رہے ہوں۔"

"واقعی...!"

"فلسفے کے پروفیسر ہیں نا... ایک دن اُلٹے جوتے پہن کر جوتے والوں پر برس رہے تھے۔ کہنے لگے عجیب ہوتے ہیں یہ جوتے والے بھی کم بخت ایسے جوتے بناتے ہیں جو کبھی تنگ اور کبھی ڈھیلے..."

اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

"اور سُنیے ایک صبح اپنے بنگلے سے کالج جانے کے لیے تیار ہو کر نکلے۔ نہ جانے کہاں سے ایک گدھا آ نکلا تھا اور ٹھیک اُسی جگہ آکر کھڑا ہو گیا تھا جہاں اُنھیں اپنی موٹر سائیکل ملتی تھی۔ اُس دن اتفاق سے نوکر موٹر سائیکل نکالنا بھول گیا تھا۔ آپ بے خیالی میں گدھے پر چڑھ بیٹھے اور لگے زمین پر پاؤں مارنے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا، کہنے لگے کم بخت اسٹارٹ ہی نہیں ہوتی۔"

اجنبی کے قہقہے برابر گونج رہے تھے۔

"خدا کی قسم آپ بہت زندہ دل آدمی ہیں۔ میں مان نہیں سکتا۔ لڑکیاں آپ کو لفٹ نہیں دیتیں۔"

"آپ کو ماننا پڑے گا۔" حمید دفعتہً بگڑ کر بولا۔

اجنبی حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگا۔

"آپ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں؟"

"ارے نہیں صاحب۔" اجنبی پرے کھسکتا ہوا بولا۔

"میں کل ضرور آؤں گا لیکن اگر مجھے شرمندگی ہوئی تو...؟"

"میرا سر اُڑا دیجیے گا۔" اجنبی مُسکرا کر بولا۔

"آپ نے میری بات کا بُرا تو نہیں مانا؟" حمید نے تھوڑی دیر بعد نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں قطعی نہیں۔"

"میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔" حمید نے آبدیدہ ہو کر کہا... پھر باقاعدہ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ارے ارے۔ آپ رو کیوں رہے ہیں؟" اجنبی گھبرا کر بولا۔

"کچھ نہیں کوئی بات نہیں۔" حمید اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میں کل آپ سے ضرور ملوں گا۔"

"لیکن ٹھہریے۔ تو آپ رو کیوں رہے ہیں؟" اجنبی کہتا ہی رہا لیکن حمید چل پڑا۔ اُس کے آنسو ابھی تک جاری تھے اور وہ دل ہی دل میں فریدی کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ اُس نے رُومال سے آنکھیں خشک کرنا چاہیں لیکن بے سُود۔ آنکھوں میں بدستور جلن ہوتی رہی اور پانی بہتا رہا۔ فریدی نے میک اَپ کے سلسلے میں نہ جانے کون سی چیز استعمال کی تھی... جسے حمید کی لاپروائی نے آنکھوں تک پہنچا دیا تھا اور آنکھیں تھیں کہ برابر بہے جا رہی تھیں۔ وہ بدقّت تمام گیراج تک پہنچا۔ فریدی کی کیڈلک ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ حمید نے آنکھیں خشک کر کے چاروں طرف دیکھا لیکن فریدی کہیں نہ دکھائی دیا۔

اُس نے چُپ چاپ کار گیراج سے نکالی اور اُسے سڑک پر لے آیا پھر وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش ہونے لگا... کہ کیڈلک کی عدم موجودگی میں فریدی کو کافی دھکے کھانے پڑیں گے کیونکہ یہاں پر ٹیکسیاں نہیں ملتی تھیں۔ یہاں ایسے لوگ شاذ و نادر ہی آتے تھے جنھیں کرائے کی سواریاں کرنی پڑیں۔

خاصی تاریکی پھیل گئی۔ سڑک سنسان تھی لیکن نہ جانے کیوں حمید کیڈلک کو آہستہ آہستہ چلا رہا تھا۔ آگے چل کر اُسے کار روک دینی پڑی کیونکہ تھوڑی دُور پر... ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے کھڑا تھا۔ جب ہیڈ لائیٹس کی روشنی اُس کے چہرے پر پڑی تو حمید نے اُسے پہچانا۔ یہ فریدی تھا۔

"چوٹ دینا چاہتے تھے؟" وہ اُس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔

"ادھر کھسکو۔"

فریدی نے حمید کو ہٹا کر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کیڈلک پھر چل پڑی۔

"چلو معاف کر دیا۔" فریدی نے کہا۔ "کیونکہ اس وقت تم نے اپنا پارٹ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔"

"جناب۔" حمید ہونٹ پھیلا کر بولا۔ "آخر آپ مجھے کب تک بندروں کی طرح نچایئے گا۔ جہنم میں گیا یہ پارٹ وارٹ... میری آنکھیں..."

"انھیں آنکھوں کی بدولت وہ تمھیں عرصے تک یاد رکھے گی..."

"اس تضیع اوقات کا مقصد کیا تھا؟"

"اگر تم مقصد بھی نہیں سمجھ سکے تو تم پر گدھوں کی پھٹکار۔"

"فرض کیجیے کہ میں سچ مچ قربانی کا بکرا ہی ثابت ہوا تو؟"

"خیر اس کی خوشی ہے کہ مقصد تمھاری سمجھ میں آ گیا۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "ہاں اگر واقعی تم مارے ہی گئے تو کسی نہ کسی طرح صبر کر لوں گا۔"

"بس؟ گویا میں..."

"آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تمھارے مرنے سے دُنیا کوئی کمی محسوس نہ کرے گی۔ کل کوئی دوسرا حمید پیدا ہو جائے گا۔"

"لیکن جنھوں نے اس حمید کو پیدا کیا ہے، اُن کا کیا حشر ہو گا...؟"

"میں اُنھیں بھی صبر ہی کا مشورہ دُوں گا۔"

حمید نے فریدی کو گھور کر دیکھا۔ وہ حد درجہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا...

"تو کیا سچ مچ آپ مجھے کسی خطرے میں جھونک رہے ہیں؟"

"ہاں... ہاں" فریدی نے جھٹکے دار آواز میں کہا... اور دفعتہً کار روک دی اور انجن بند کرکے نیچے اُتر گیا۔

"میرا انتظار کرو۔"

پھر وہ تاریکی میں غائب ہوگیا۔ کچھ دُور تک قدموں کی آوازیں سُنائی دیتی رہیں۔ حمید نے ایک سگریٹ سُلگایا اور سیٹ سے ٹِک گیا۔ اُسے اس وقت وہ ساری لاشیں یاد آ رہی تھیں جنھیں دیکھ کر اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے پھر اُس کا ذہن اُس اجنبی کی طرف مُڑ گیا جس سے کچھ دیر قبل اُس نے باتیں کی تھیں اور وہ باتیں... کیا وہ کسی نوجوان کو پھانسنے کے لیے ناکافی... تھیں۔ خوبصورت لڑکیوں کا لالچ۔ کیا وہ سب بے چارے اسی لالچ میں مارے گئے تھے؟ حمید کو فریدی کا یہ سوال یاد آگیا کہ وہ کون سی ایسی چیز تھی جو ان لڑکوں کو کافی رات گئے تک گھر سے باہر روکے رکھی تھی؟ خوبصورت لڑکیاں... اُس کے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ بُوڑھے اجنبی کا شگفتہ آثار چہرہ بھیڑیے کی شکل میں تبدیل ہوکر اُس کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔

حمید خائف نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی کبھی ایسا موقع آیا تو وہ خود اُس کی بوٹیاں اُڑا دے گا۔ اُلجھن دراصل اس بات کی تھی کہ فریدی اُس کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر اُسے... اندھیرے میں دھکیل رہا تھا۔ اُس نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ اُس کے لیے یہ چیز بھی تحیر خیز تھی کہ اس کیس میں اتنے دن لگ گئے تھے اور ابھی تک کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہُوا تھا۔ فریدی محض اپنی طبع رسا اور پھُرتیلے پن ہی کے لیے مشہور تھا ورنہ محکمے میں مکھیاں مارنے والے تو بہتیرے پڑے ہُوئے تھے اس دوران میں کئی بار افسرانِ بالا کی طرف سے یاددہانی بھی کی جاچکی تھی اور یہ اُس کی یادداشت میں پہلا موقع تھا۔ ورنہ اس سے قبل افسرانِ بالا کو کبھی اس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ حمید سناٹے میں جھینگروں کی جھائیں جھائیں سُنتا رہا... اُسے آج شام کو افروز سے ملنا تھا مگر نہ مل سکا۔ وہ اس کے لیے ہمدردی کے بے پناہ جذبات رکھتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ زیادہ خوبصورت عورت کی بہرحال مٹی پلید ہوجاتی ہے۔ چاہے وہ غریب ہو چاہے دولت مند۔ کچھ نہیں تو لوگ اُس کے لیے گندے خیالات ہی رکھتے ہیں زیادہ پُرجوش اور بے باک قسم کے آدمی تو دانت پیر دانت جما کر اُن کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور کچھ اس انداز میں جیسے آنکھوں نے زبان نہیں ہلائی بلکہ اپنے ارادے کو عملی جامہ ہی پہنا ڈالو۔ حمید اُونگھنے لگا لیکن اُس کا نیم غنودہ ذہن اب بھی سوچے جا رہا تھا۔ حکومت کو چاہیے کہ اُس کی روک تھام کرے۔ خوبصورت عورتوں کو کہیں اور بھیج دے... کہیں اور... جہاں فرشتے بستے ہوں یا پھر فریدی جیسے لوگ ہوں۔ فریدی کے خیال پر اُونگھتے ہوئے ذہن نے قلابازی کھائی اور نیند کے دھندلکوں میں اُسے فرشتے ہی فرشتے نظر آنے لگے پھر ایک فرشتے نے اُس کے سر پر چپت رسید کر دی۔

حمید چونک پڑا۔

"زندہ ہو یا مر گئے؟" فریدی نے اُس کے سر پر دوسری چپت رسید کرتے ہُوئے کہا۔

"مر گیا" حمید نے جھلا کر کہا اور سیدھا ہوگیا۔

فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی اور حمید نے محسوس کیا کہ اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔

"کیا اولے پڑنے والے ہیں؟" اُس نے بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔

"نہیں... ممکن ہے یہ قصہ اسی وقت ختم ہو جائے۔" فریدی بولا...

اچانک حمید کی نیند غائب ہوگئی اور وہ فریدی کو گھورنے لگا...

"کچھ ہی دیر پہلے ایک بند گاڑی جھریالی کی طرف گئی ہے۔" فریدی پھر بولا۔ اس کی روانگی نیاگرا ہوٹل سے ہُوئی تھی اور اس میں ایک لڑکا بھی تھا۔ گاڑی ڈرائیو کرنے والے کی شکل نہیں دیکھی جا سکی۔"

"آپ گئے کہاں تھے...؟" حمید نے پوچھا۔

"قریب ہی" فریدی نے کہا۔ "سارجنٹ رمیش سے... اطلاعات لینے۔ وہ جھریالی کی طرف جانے والی گاڑیوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ مَیں نے اس کا انتظام جھریالی والے حادثے کے بعد ہی کر لیا تھا۔"

"تو کیا اب آپ ہر اُس گاڑی کے پیچھے دوڑ لگا لیجے گا... جس پر کوئی خوبصورت لڑکا ہو۔"

"نہیں فرزند۔ نیاگرا ہوٹل ان کا خاص مرکز ہے۔" فریدی نے کہا۔ "یہ بات ڈاملے کی رہائی کے بعد ہی معلوم ہُوئی ہے۔ ورنہ مَیں غیب دان تھا کہ یہاں دوڑا چلا آتا۔"

"تو کیا وہ ڈاملے ہی تھا جس سے مَیں نے باتیں کی تھیں؟"

"نہیں۔ وہ اسی گروہ کا کوئی اور آدمی تھا۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ اس گاڑی پر وہی مجرم ہو؟"

"پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ یہ کسی جاسوسی ناول کا پلاٹ تو ہے نہیں کہ مجرم چند بندھے ٹکے اصولوں کے تحت ہاتھ آجائے اور نہ میں شرلاک ہومز ہوں، سمجھے...؟"

حمید پھر کچھ نہیں بولا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کو قائل کرنا... آسان کام نہیں۔ دلائل اُسے صرف خاموش کر سکتے تھے لیکن کسی کام سے روک دینا دلائل تو کیا حقائق کے بس کا بھی روگ نہیں تھا...

کیڈلک سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ حمید پھر اونگھنے لگا۔ اُسے خبر نہ ہوئی کہ کتنا وقت گزر گیا۔ اگر کار ایک جھٹکے کے ساتھ نہ رُکتی تو شاید وہ سوتا ہی رہتا۔ فریدی نے کار روک کر ہیڈ لائیٹس بجھا دی تھیں۔ حمید اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اُسے نہ وقت کا احساس تھا اور نہ مقام کا...

"وہ روشنی دیکھ رہے ہو؟" فریدی نے ایک طرف اشارا کیا۔ کچھ دُور پر ہلکی سُرخ رنگ روشنی دکھائی پڑی اور کچھ دھواں بھی...

"ہاں۔ کیا ہم کسی گاؤں میں ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ جھریالی کی غیر آباد پہاڑیاں ہیں۔ کیا تمہیں وہ چٹانیں نہیں دکھائی دیتیں جن میں روشنی نظر آرہی ہے؟"

"چٹانیں؟" حمید نے پھر آنکھیں پھاڑ دیں۔ پہلے وہ اُنھیں چھوٹے چھوٹے مکانوں کی دیواریں سمجھا تھا۔

"یہاں اس وقت روشنی کا کیا کام؟" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور کیڈلک سے اُتر گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی پھر وہ پہاڑوں کی طرف بڑھنے لگے۔ سیاہ رات سائیں سائیں کر رہی تھی اور اُن کے قدموں کی آواز دُور تک گونج رہی تھی... دفعتہً اُنھوں نے ایک چیخ سنی پھر دوسری جیسے وہ ختم ہونے سے پہلے ہی دبا دی گئی ہو۔ ایسا معلوم ہوا جیسے نیم روشن چٹانیں چیخ رہی ہوں۔ حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ فریدی نے آواز کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ حمید کئی جگہ ٹھوکریں کھا کر گرتے گرتے بچا۔ فریدی ایک چٹان سے دوسری چٹان پر جست لگاتا پھر رہا تھا مگر چیختی ہوئی چٹانیں اب بھی کافی بلندی پر تھیں۔ دفعتہً آوازیں آنی بند ہو گئیں لیکن روشنی ابھی تک دکھائی دے رہی تھی۔

بدقت تمام وہ دونوں اُن چٹانوں تک پہنچے پھر اُنھیں ایک عبرت ناک منظر سے دوچار ہونا پڑا...

ایک نوجوان لڑکے کی برہنہ لاش پڑی تھی اور اس کے قریب لکڑیوں کا ایک ڈھیر جل رہا تھا۔ یہ لاش بھی پچھلی لاشوں سے مختلف نہیں تھی۔ اُس کے جسم پر بھی نوچنے کھسوٹنے کے نشانات تھے اور گردن کسی چھری سے ریتی گئی تھی۔ کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

"تم یہیں ٹھہرو" فریدی نے حمید کی طرف ایک ریوالور اچھالتے ہوئے کہا اور دوسری طرف اُتر گیا۔ حمید نے ریوالور ہاتھوں پر روک لیا۔ اُس کا منہ خشک ہوا جا رہا تھا اور سانسیں حلق میں رُک رہی تھیں پھر وہ روشنی سے ہٹ کر دو چٹانوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ رات اپنے سیاہ جبڑے کھولے وقت کا تعاقب کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی لوٹ آیا۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔

حمید نے مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"ہم دیر میں پہنچے" اُس نے آہستہ سے کہا اور لاش کی طرف دیکھنے لگا پھر وہ تیزی سے اُس پر جھکا۔ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں رہا پھر سیدھا کھڑا ہو کر اندھیرے میں گھورنے لگا۔ بہت دُور جنگل میں کسی موٹر کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی دکھائی دی اور پھر اندھیرا ہو گیا۔

"ایسا موقع۔ ایسا موقع" فریدی اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔

رات کا سناٹا اور گہرا معلوم ہونے لگا۔ ایک لاش... سلگتی ہوئی لکڑیاں... اور دو آدمی جو بظاہر بے بس نظر آرہے تھے... دُھندلی روشنی میں اُن کے گہرے سائے کپکپا رہے تھے۔

*

دوسری صبح فریدی بہت مشغول تھا۔ لاش ہی کے ساتھ اُس نے کئی اور چیزیں بھی ان پہاڑیوں میں دریافت کی تھیں جن پر وہ غور کر رہا تھا لیکن وہ چھری نہیں مل سکی تھی جس سے مجرم نے مقتول کو ختم کیا تھا۔ اس لاش کے وارثوں کا پتہ بھی آسانی سے چل گیا۔ آج صبح جب وہ اس لڑکے کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے کے لیے کوتوالی آئے تو اُنھیں اُس کی لاش ملی۔ فریدی نے اُن سے متعدد سوالات کیے لیکن اس بار بھی اُسے کوئی ایسی بات نہ معلوم ہو سکی جس سے مجرم کی شخصیت پر روشنی پڑتی۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ مقتول اپنی زندگی میں پہلی بار رات بھر گھر سے غائب رہا تھا۔ پچھلی لاشوں کے وارثوں کے بیانات اور اس میں فریدی کو صرف یہی فرق قابلِ غور نظر آیا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مجرم نے اپنا پرانا رویہ بدل دیا۔"

فریدی نے حمید سے کہا۔

"دوسرے مقتولین نے کئی کئی راتیں گھر سے باہر گزاری تھیں اور اُس نے پہلی بار یہ حرکت کی تھی لیکن میاں حمید ذرا غور تو کرو... اس جال کے متعلق جس میں یہ پھنس جاتے ہیں۔"

"اگر وہ کل والا اجنبی حقیقتاً اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا تو یہ جال غیر معمولی نہیں معلوم ہوتا۔"

"یعنی...؟"

"خوبصورت لڑکیوں کا لالچ۔" حمید نے کہا۔

"تم ٹھیک سمجھے۔" فریدی نے کہا۔ "اور ابھی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز باتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"قبل از وقت سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔"

"میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔" حمید دانت پیس کر بولا۔

اس کے بعد پھر دن بھر دونوں میں کوئی خاص گفتگو... نہیں ہوئی۔

فریدی تین بجے تک دفتر سے غائب رہا۔ کل کی ناکامی کی بنا پر حمید آج کی تیاریوں کو بھی فضول ہی سمجھ رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فریدی آج اسے کل والے اجنبی کے بتائے ہوئے پتے پر بھیجے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج کی کامیابی پر بھی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم نہیں حالات کون سا رُخ اختیار کریں، وہ اُسے فریدی کی اندھی چال ہی سمجھنے پر مجبور تھا... اور سوچ رہا تھا کہ اگر اُس نے یہی اسکیم بنائی تو اُسے ضرورت سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔

فریدی کی واپسی پر وہی ہُوا جس کے متعلق حمید سوچ رہا تھا۔ وہ دونوں آفس سے گھر واپس آئے۔

"تم جانتے ہو کہ ڈاملے کے آدمی میری تاک میں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"انھیں ہونا ہی چاہیے۔" حمید بولا۔ "کیونکہ ڈاملے آپ ہی کی مرضی کے مطابق عمل کر رہا ہے۔"

"ہوں... اسی لیے میں تمہارا میک اپ یہاں نہیں کروں گا۔"

"لیکن...!"

"تم شاید وہاں جاتے ہوئے ڈر رہے ہو۔"

"نہیں تو... لیکن۔"

"تم نے اب تک جو کچھ اندازہ لگایا ہے۔ معاملات اس کے برعکس ہی نکلیں گے۔" فریدی نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

حمید جواب طلب نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں... لیکن ہاں مجھے خود تمہیں سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

"مجھ سے۔" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں تم سے۔" فریدی بولا۔ "اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنا اور ہاں شاید اب جھریالی کے علاوہ کوئی اور مقام منتخب کیا جائے۔"

"یہ تو ظاہر ہی ہے۔" حمید نے کہا اور اپنا پائپ بھرنے لگا۔

"ویسے میں تم سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہوں گا۔ یہ میں تمہیں نہ بتاتا کیونکہ تم اس طرح اپنی ایکٹنگ میں بے ساختگی نہ پیدا کر سکو گے مگر خیال آتا ہے کہ تم ڈر رہے ہو۔"

"میں ڈر رہا ہوں۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"تمہارے چہرے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں اپنا چہرہ کھرچ ڈالوں گا۔ آخر آپ مجھے اتنا بزدل کیوں سمجھتے ہیں۔"

"تمہاری آنکھیں سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔"

"میں اپنی آنکھیں پھوڑ لوں گا۔" حمید پھر چیخا۔

"خیر... خیر... تھوڑی دیر بعد امتحان ہو ہی جائے گا۔" فریدی نے کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

حمید کرسی کی پُشت سے ٹیک لگائے پائپ پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ناشتا آ گیا۔ فریدی اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس لیے ہوئے دوسرے کمرے سے آیا اور دونوں ناشتا کرنے لگے۔

تقریباً چھ بجے حمید ہوٹل ڈی۔ فرانس کے ایک کمرے سے برآمد ہُوا۔ وہ اپنے کل شام والے بھیس میں تھا۔ فریدی نے میک اپ کے لیے اسی ہوٹل کو منتخب کیا تھا۔ آج کئی دنوں سے اُس نے اس ہوٹل کا ایک کمرہ کرایے پر لے رکھا تھا۔

حمید نے ٹیکسی کی اور وکٹوریہ روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ خائف نہیں تھا لیکن اُلجھن ضرور تھی۔ معلوم نہیں کیا واقعات پیش آئیں اور کس قسم کی لڑکیوں سے ملاقات ہو لیکن لڑکیاں... کیسی لڑکیاں، ممکن ہے وہ محض فریب ہو۔ "دیکھا جائے گا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا اور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ وکٹوریہ روڈ پر پہنچ کر اُس نے ڈرائیور سے "اٹھارہ" کہا اور دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ ٹیکسی ایک عظیم الشان کوٹھی کے سامنے رُک گئی... حمید نے اُتر کر کرایہ ادا کیا اور پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔

"اوہ... ہیلو عارف۔" پائیں باغ سے آواز آئی۔ کل والا اجنبی تیزی سے درمیانی روش طے کرتا ہوا پھاٹک کی طرف آ رہا تھا۔

"ہیلو...." حمید گرم جوشی سے مسکرایا۔

"میں آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔" اجنبی اُس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔

"اچھا ہی ہوا کہ آپ باہر تھے۔ ورنہ شاید مجھے لوٹ جانا پڑتا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں؟... چلیے اندر چلیے۔"

"کل میں بدحواسی میں آپ کا نام دریافت کرنا بھول گیا تھا۔" حمید بولا۔ "بھلا اس وقت میں کسی کو کیا بتاتا کہ مجھے کس سے ملنا ہے.."

"بہرحال آپ آ ہی گئے۔" وہ حمید کا ہاتھ دباتا ہوا بولا۔ "مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسی صورت میں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔"

"میں تو خودکشی کے امکانات پر غور کرنے لگتا ہوں۔" حمید مسکرا کر بولا...

وہ دونوں پائیں باغ میں داخل ہوگئے۔ حمید اس کوٹھی کے محل وقوع پر غور کر رہا تھا۔ وکٹوریہ روڈ پر کئی کوٹھیاں تھیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے قریب نہیں تھی۔ دو دو یا تین تین فرلانگ کا فاصلہ ضرور ہوگا اور یہ سڑک کچھ ایسی زیادہ پُر رونق بھی نہیں تھی۔ یہاں زیادہ تر وہی لوگ آباد تھے جو شہر کے ہنگاموں سے دُور رہنا چاہتے تھے۔

"مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں آپ کی کوئی خاص خاطر نہ کر سکوں گا۔" اجنبی نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ اچانک میرے میزبان کے صاحبزادے کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔"

"میری سب سے بڑی خاطر یہی ہو سکتی ہے کہ اب آپ اپنا مکمل تعارف کرا دیں۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "میں کل رات بھر اپنی اس حماقت کی بنا پر شدید اُلجھن میں مبتلا رہا ہوں کہ آپ جیسے عمدہ دوست کا نام تک دریافت نہ کر سکا۔ معاف کیجیے گا آپ کو لفظ 'دوست' پر کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"نہیں... بھلا اعتراض کیوں؟" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"میری اور آپ کی عمر کا فرق۔ حالانکہ میں خود اس کا قائل نہیں۔" حمید نے کہا۔

"تو کیا آپ مجھے اس معاملے میں تنگ نظر سمجھتے ہیں؟" اجنبی سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے پی بی ملک کہتے ہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی میں نفسیات کا لیکچرر ہوں۔"

"آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی۔" حمید نے پھر اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اور آپ کی دوستی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا ہوں۔"

وہ دونوں ایک وسیع ہال میں آئے جس میں سے ایک کشادہ زینہ اوپری منزل کی گیلری تک چلا گیا تھا۔

"آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میرا کوئی دوست میرا ہم عمر نہیں۔" پروفیسر ملک نے کہا۔

"غالباً اس سلسلے میں بھی آپ نے نفسیات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔" حمید بولا۔

"یعنی...؟"

"کہ یہ ہمیشہ جوان بنے رہنے کا بیش قیمت نسخہ ہے کہ جوانوں کی صحبت اختیار کی جائے۔"

"واقعی آپ بہت ذہین ہیں۔" پروفیسر ملک نے قہقہہ لگایا۔

حمید بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور اُس کی یہ ایکٹنگ بے ساختگی کی حامل تھی۔

پروفیسر ملک اُس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

"مسٹر عارف۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اس وقت آپ کی کوئی خاطر نہ کر سکوں گا۔ سب لڑکیاں اُوپر ہیں۔ ایسے موقعے پر یہ تعارف بے تُکا ہی رہے گا۔"

"کیسے موقعے پر...؟" حمید نے پوچھا۔

"اف فوہ۔ اتنی از خود رفتگی۔" پروفیسر ہنسا۔ "میں نے ابھی عرض کیا تھا نا... کہ میرے میزبان کے صاحبزادے پر دَورہ پڑ گیا ہے۔"

"اوہ... کس قسم کا دَورہ؟"

"ہسٹریائی کی قسم کا دورہ ہو سکتا ہے۔" پروفیسر نے پُرتشویش انداز میں کہا۔

"تب تو واقعی میں بہت ہی بے موقع آیا۔" حمید بولا۔

"کیوں؟ آپ میری صحبت میں بور فیل کر رہے ہیں؟"

"ارے نہیں... آپ بھی کمال کرتے ہیں۔"

دفعتہً اوپری منزل سے ایک چیخ سُنائی دی اور حمید کے کانوں میں پچھلی رات کی جھریالی والی چیخیں گونجنے لگیں۔

"سُنا... آپ نے؟" پروفیسر بولا... "یہ اُسی کی چیخیں ہیں دَورے کی حالت میں چیخ رہا ہے۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ کیا پچھلی رات والی چیخیں ایسی ہی نہیں تھیں؟

"کس وقت پڑا تھا دَورہ؟" اُس نے پوچھا۔

"صبح ہی سے وہ اس مصیبت میں مبتلا ہے۔"

چیخ پھر سنائی دی اور ساتھ ہی باہر برآمدے میں بہت سے آدمیوں کے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ دوسرے لمحے میں پردہ ہٹا اور فریدی سات آٹھ مسلح کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر گھس آیا۔

پروفیسر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ اور کانسٹیبل اندر آ گئے۔

حمید نے پروفیسر ملک کی گردن پکڑ کر آگے کی طرف دھکا دیا اور کانسٹیبلوں نے اُسے سنبھال لیا۔

"عارف میاں سلمۂ۔" فریدی نے کہا۔ "میں سمجھا تھا شاید تم کام آ گئے۔"

حمید نے اوپری منزل کی طرف اشارا کیا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے۔" پروفیسر ملک چیخا۔

"خاموش رہیے جناب۔" حمید نے کہا۔ "ہم ذرا اُس مریض کو دیکھنے جا رہے ہیں جو غالباً اب چل بسا ہوگا۔"

اچانک چیخ پھر سنائی دی۔ ایک لمبی چیخ جو آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔

فریدی اور حمید زینوں پر چڑھنے لگے۔ اُنھوں نے دو تین کانسٹیبلوں کو بھی اشارا کیا۔ بقیہ نیچے ہی رہے۔

پروفیسر ملک چیخ چیخ کر گالیاں بک رہا تھا۔ اس پر کسی کانسٹیبل نے اُس کے مُنھ پر شاید تھپڑ بھی رسید کر دیا۔

اُوپر کے دو تین دروازے توڑ دیے گئے اور پھر ایک کمرے میں عجیب و غریب منظر تھا۔ ایک برہنہ عورت جس کے ہاتھ میں ایک چمک دار چھری تھی، ایک دوسرے مُردہ برہنہ جسم پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کی پُشت اُنھیں کی طرف تھی اس لیے چہرہ نہ دیکھا جا سکا۔

پھر وہ یک لخت اُچھل کر دوسرے کمرے میں گھس گئی۔

"میرے خُدا!" حمید تحیر آمیز انداز میں چیخا۔ "یہ افروز تھی... ارے لیڈی جہانگیر...!"

کانسٹیبل دروازے ہی پر جم کر رہ گئے تھے۔

"پکڑو...!" فریدی نے حمید کو اشارا کیا۔

"مم... میں...!" حمید ہکلایا۔ "آپ ہی کیوں نہیں!"

فریدی نے کانسٹیبلوں کی طرف دیکھا۔

"کہیں اُدھر سے نہ نکل جائے۔" اُن میں سے ایک بولا اور وہ سب گیلری سے گزرتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔

فریدی نے پھر حمید کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ ڈرتے ہیں؟" حمید تھوک نگلتا ہوا بولا۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"نہیں... تو!" فریدی بھی تھوک نگلتا ہوا بولا۔ "وہ... نن... ننگی ہے!"

"کیا واقعی؟" حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔ حالانکہ وہ خود بھی اُسے اس حالت میں دیکھ چکا تھا۔

فریدی نے بھی احمقوں ہی کی طرح سر ہلا دیا۔

پھر اچانک اُس کمرے سے ایک فائر ہوا اور فریدی کی فلٹ ہیٹ صاف اُڑ گئی۔

"وہ گئی!" حمید چیخ کر فلٹ ہیٹ کی طرف دوڑا

"ہوش میں آؤ!" دفعتاً اُسے فریدی کی گرج دار آواز سنائی دی۔

حمید پلٹ پڑا۔ فریدی نے ایک میز اُلٹ کر اُس کی آڑ لے لی تھی۔ حمید بھی اُس کے قریب آ گیا۔

"لیڈی جہانگیر!" فریدی چیخا۔ "ریوالور پھینک دو!"

کمرے سے پھر فائر ہوا۔ فریدی نے بھی جوابی فائر کیا... حمید نے نیچے بھی فائروں کی آوازیں سُنیں پھر پوری عمارت دھماکو سے گونجنے لگی۔ اُس کے کمرے سے جس میں لیڈی جہانگیر گھسی

تھی، فائر ہونے کا یہ مطلب تھا کہ دوسری طرف نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا ورنہ وہ صاف نکل گئی ہوتی۔ حمید کا دماغ بہت تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔ اُس نے سوچا کہ کہیں دوسری طرف سے بھی فائر نہ شروع ہو جائیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس وسیع عمارت میں صرف تین ہی آدمی رہے ہوں۔ دفعتاً اُس کی نظریں اُس لاش پر پڑیں جس پر سے لیڈی جہانگیر اُٹھی تھی۔ وہ پچھلی لاشوں ہی کی طرح درندگی کا شکار ہوئی تھی۔

نیچے برابر فائر ہو رہے تھے اور چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں...

سامنے والے کمرے سے پھر فائر ہُوا اور ساتھ ہی ایک چیخ بھی سنائی دی۔

"خودکشی" فریدی میز کی اوٹ سے نکل کر کمرے کی طرف جُھکا...

لیڈی جہانگیر فرش پر پڑی ہُوئی تھی اور اُس کے داہنے کان سے خون بہہ رہا تھا۔ فریدی نے اپنا کوٹ اُتار کر اُس کے برہنہ جسم پر ڈال دیا۔ وہ ابھی سانسیں لے رہی تھی۔ فریدی زخم دیکھنے لگا... پھر اُس نے حمید کا کوٹ بھی اُتروا کر اُسے اچھی طرح ڈھک دیا...

"کامیاب نہیں ہُوئی" وہ آہستہ سے بولا "گولی صرف کان میں لگی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو" پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

نیچے اب تک گولیاں چل رہی تھیں۔ دفعتاً حمید کی نظریں دوسرے کمرے کے روشندان کی طرف اُٹھ گئیں۔

شیشوں کے پیچھے آسے ایک لمبوترا چہرہ دکھائی دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا۔ روشندان کے شیشے ٹوٹ کر فرش پر آرہے اور ایک چیخ بلند ہُوئی۔ چہرہ پہلے تو روشندان کی طرف جُھکا اور پھر پیچھے کی طرف لُڑھک گیا۔

لیڈی جہانگیر بے ہوش پڑی تھی۔ حمید کے دل میں اُس کے لیے کسی قسم کے جذبات نہیں تھے۔ نہ غصّہ، نہ نفرت، نہ ہمدردی نہ پیار.. اور اب تو اُس کی حیرت بھی رفع ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے پہلے ہی سے اس کی توقع رہی ہو۔ حالانکہ یہ بات پہلے اُس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی...

تھوڑی دیر بعد اُوپر کچھ کانسٹیبل پہنچ گئے۔ حمید اُنھیں لیڈی جہانگیر کے پاس چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ وہ لمبوترے چہرے والے کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔

نیچے گولیاں چلنی بند ہو گئی تھیں۔ ہال میں حمید کو کئی لاشیں نظر آئیں۔ کچھ قیدی اور کچھ زخمی دکھائی دیئے۔ تین کانسٹیبل بھی کام آئے تھے۔ فریدی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا جسے وہ بار بار اُنگلی سے پونچھ کر ادھر اُدھر جھٹک دیتا تھا...

"یہ کیا ہُوا...؟" حمید نے پُوچھا۔

"میز اُلٹتے وقت شاید چوٹ آ گئی تھی" فریدی نے کہا اور قیدیوں کا جائزہ لینے لگا۔

"ایک لاش تیسری منزل پر بھی ہے" حمید بولا۔

اور وہ لاش حقیقتاً لمبوترے چہرے والے ہی کی نکلی۔

آدھے گھنٹے کے بعد زخمیوں کو اسپتال پہنچایا جا رہا تھا اُن میں لیڈی جہانگیر بھی تھی جو ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔

دوسری صبح اخبارات شائع ہوتے ہی شہر میں ہلچل مچ گئی۔ ہاکر چیختے پھر رہے تھے۔ انسپکٹر فریدی اور سارجنٹ حمید کے کارناموں سے گمنام گلیاں تک گونج رہی تھیں۔ پولیس اسپتال کے سامنے تقریباً آدھا شہر اُمڈ آیا تھا۔ ہر ایک اس درندہ صفت عورت کی ایک جھلک کے لیے بے تاب نظر آ رہا تھا۔ لوگوں کی زبانوں پر اُس کی خوبصورتی اور پُرکشش شخصیت کی کہانیاں تھیں۔ زیادہ تر یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ یقیناً اس جسم میں کوئی خبیث رُوح حلول کر گئی ہے۔

دوسری طرف فریدی اپنے آفس میں بیٹھا افسرانِ بالا کو اس کیس کی تفصیلات بتا رہا تھا۔

"مجھے اس عورت پر پہلے ہی شُبہ تھا" اُس نے کہا "لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خود ہی اس گروہ کی سرغنہ بھی ہے۔ مجھے اس پر اُسی وقت شُبہ ہو گیا تھا جب وہ قمار خانے سے برآمد ہُوئی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ وہ ایک مقفل کمرے میں رسیّوں سے بندھی پڑی تھی۔ آخر اُسے رسیّوں سے باندھنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اس کمرے کو مقفّل بھی کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ بندھی نہ ہوتی تب بھی کمرے سے باہر نہیں نکل سکتی تھی اور پھر اگر حفاظت کے خیال سے کسی کو باندھا بھی جاتا ہے تو عمُوماً اُس کے دونوں ہاتھ پُشت پر ہوتے ہیں تاکہ وہ پیروں کی رسیّاں نہ کھول سکے۔ اس کے برخلاف اُس کے دونوں ہاتھ یونہی معمولی طور پر بندھے ہُوئے تھے۔ اگر وہ چاہتی تو بہ آسانی اپنے پیروں کی رسیّاں کھول سکتی تھی پھر اس کے بعد ہاتھ بھی کھُل سکتے تھے۔ دراصل واقعہ یہ ہُوا تھا کہ جب مُجرم بھاگنے لگے تھے تو اُس نے خود کو بندھوا لیا تھا۔ جلدی میں وہ ان نکتوں پر غور نہ کر سکی۔ ورنہ

ویسے وہ بلا کی ذہین عورت ہے۔ اُسے سو فی صد شبہ تھا کہ میں اُس کی طرف سے مشکوک ہوں۔ لہٰذا اُس نے میرا شک رفع کرنے کے لیے اپنے یہاں نوروز کا بال منعقد کیا اور اس میں اپنے ہی آدمیوں سے ہڑبونگ مچوائی۔ یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ اُسے دوبارہ اُٹھانے کے لیے آئے تھے۔ بہرحال موقع واردات پر پکڑنے سے پہلے یہ چیز میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی، کہ وہ اس گروہ کی سرغنہ ہو سکتی ہے یا وہ ساری درندگی اُسی کی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی آدمی اُسے لڑکوں کو پھانسنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ پرسوں والی لاش جو جھریالی میں ملی تھی اُس نے میرے خیالات یکسر بدل دیے۔ میں نے اس سلسلے میں کسی مرد کی جستجو تو بالکل ہی ترک کر دی کیونکہ اس لاش پر مجھے کئی جگہ لپ اسٹک کے نشانات بھی ملے تھے لیکن اس حالت میں بھی میرے ذہن میں لیڈی جہانگیر نہیں آئی۔ اُسے دیکھ کر یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی وقت بھیڑیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتی ہوگی۔ اس کے برخلاف میرے ذہن میں کسی حد درجہ خوفناک صورت والی عورت کی تصویر تھی۔ دوسری دلچسپ بات یہ کہ اس پورے گروہ میں دو ایک کے علاوہ کسی اور کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اُن پر کوئی عورت حکومت کر رہی ہے۔

لیڈی جہانگیر نے یہ گروہ بڑے ہی پُراسرار طریقے پر ترتیب دیا تھا۔ گروہ کے بہتیرے افراد نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عادی مجرم ہیں اور اُنھیں خط و کتابت کے ذریعے اس گروہ میں شامل کیا گیا تھا۔ اُنھیں باقاعدہ طور پر بڑی تنخواہیں ملتی تھیں۔ مالِ غنیمت کا کچھ حصہ بھی اُن میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اُنھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ سردار کی شخصیت سے واقف نہیں تھے۔ اُنھیں سردار کے احکامات ڈاک یا کرن ڈے سے ملتے تھے۔"

پھر فریدی نے اُنھیں بتایا کہ ڈاکٹر، لیڈی جہانگیر کا طبّی معائنہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ جنون میں مبتلا ہے۔ اس میں NYMPHOMANIA اور...

SADISM (اذیّت کوشی) دونوں رجحانات موجود ہیں۔"

"اسی لیے آپ مجھے اُس سے شادی کرنے کا مشورہ دے رہے تھے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔ افسرانِ بالا ہی کے سامنے وہ بولنے کے لیے بے چین تھا لیکن نہ جانے کس طرح اُس نے خود کو روکا تھا۔ اُن کے پاس سے ہٹتے ہی اُس نے فریدی کو چھیڑنا شروع کر دیا۔ "اور آپ نے اتنی خطرناک جگہ مجھے کیوں بھیجا تھا...؟"

"حمید صاحب۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "اگر میں آپ کو پہلے ہی یہ بتا دیتا کہ افروز مشتبہ ہے تو آپ اپنے رویّے میں فطری بے ساختگی برقرار نہ رکھ سکتے۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "آپ بھی اُس سے بُری طرح خائف تھے۔"

"میں۔ نہیں تو۔"

"قطعی تھے۔ اسی لیے آپ اُس رات اُس بُوڑھی عورت کے ساتھ ناچے تھے۔ آپ کو خوف تھا کہ کہیں افروز آپ کو وہیں نہ ادھیڑنا شروع کر دے۔"

فریدی ہنس کر خاموش ہو گیا۔ حمید بھی کچھ دیر خاموش رہا۔

"ایک بات سمجھ میں نہ آئی۔" حمید نے کہا۔ "وہ یہ کہ افروز بذاتِ خود بہت دولت مند تھی پھر اُس نے یہ سب کیوں کیا۔ اس کے گروہ والے ڈاکے بھی تو مارتے تھے۔ اعلا پیمانے پر جُوا بھی کھلاتے تھے...؟"

"خود اس کا مقصد لوٹ کھسوٹ نہیں تھا۔" فریدی بولا۔ "اُس نے یہ سب کچھ محض اپنے جنون کی تسکین کے لیے کیا تھا۔ اگر وہ اتنا طاقت ور گروہ نہ بناتی تو اُسے اپنی حیوانیت کی بھینٹ چڑھانے کے لیے نوجوان کہاں سے ملتے...؟"

"خُدا کی قسم آپ کی شادی اُسی کے ساتھ ہونی چاہیے۔" حمید بے ڈھنگے پن سے ہنستا ہوا بولا۔

"پھر آنز آئے تم بکواس پر۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"

"اچھا ایک بات بتا دیجیے؟"

"جلدی بکو... ابھی مجھے رپورٹ مکمل کرنی ہے۔"

"کل اُسے پکڑتے وقت آپ کی گھگھی کیوں بندھ گئی تھی؟"

"رمیش۔" فریدی نے سارجنٹ رمیش کو آواز دی۔

"جی۔" رمیش دوسرے کمرے سے بولا۔

"اِسے یہاں سے کان پکڑ کر نکال دو۔" فریدی نے کہا اور لکھنے میں مشغول ہو گیا۔